عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان
ہفت روزہ
ختم نبوۃ
انٹرنیشنل
جلد نمبر ۹، شمارہ نمبر ۴۰
KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

★ طالبین آخرت کیلئے ایک اہم ہدایت

♠ اکیسویں صدی میں ہمارا معاشرہ

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مدینۃ المنورہ

؎ دکھا دے یا الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں رات دن مولا تری رحمت برستی ہے

حضرت مولانا مفتی احمد الرحمان صاحب نور اللہ مرقدہ

شب آخر

روئے زمین پر مرزائی تسلط کے خواب

مرزائی سلاطین سے انتقام لیں گے

قادیانیت ● دور حاضر کی بدترین آمریت

● قادیانیوں کے بھگوڑے پیشوا مرزا طاہر کی نئی ہدایت

طالبین آخرت کیلئے

ایک اہم ھدایت

حضرت مولانا محمد احمد صاحب

کراچی کے درس قرآن سے

ایک اقتباس

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسؤلا ○

ترجمہ: اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد مت کیا کر کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی۔

یہ پندرھویں پارہ سبحن الذی کی سورۃ بنی اسرائیل کی ۳۶ ویں آیت ہے۔ اس آیت میں حکم ہوتا ہے کہ بلا تحقیق ہر سنائی بات کے پیچھے نہ ہو لیا کرو یعنی بے تحقیق بات نہ زبان سے نکالو نہ اس کی اندھا دھند پیروی کرو۔ انسان کو چاہیے کہ کان آنکھ، دل و دماغ سے کام لے کر اور بقدر کفایت تحقیق کرکے کوئی بات منہ سے نکالے یا عمل میں لائے سنی سنائی باتوں پر بے سوچے سمجھے یونہی اٹکل پچو کوئی قطعی حکم نہ لگا دے یا عملدرآمد شروع نہ کر دے۔ اس میں جھوٹی شہادت دینا، غلط تہمتیں لگانا، بے تحقیق باتیں سن کر کسی کے درپے آزار ہونا یا بغض و عداوت قائم کر لینا۔ باپ دادا کی تقلید یا رسم و رواج کی پابندی میں خلاف شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا، ان دیکھی یا ان سنی چیزوں کو دیکھی یا سنی بتلانا، غیر معلوم کی نسبت دعویٰ کرنا کہ میں جانتا ہوں۔ یہ سب صورتیں اسی حکم کے تحت داخل ہیں اور ممنوع ہیں پھر آخر میں تنبیہ کے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن تمام قوتوں کی نسبت سوال ہوگا کہ ان کو کہاں کہاں استعمال کیا تھا؟ بے موقع تو خرچ نہیں کیا؟ ہر ہر شخص سے سوال اس کا ہوگا کہ کان سے سننے کا، آنکھ سے دیکھنے کا اور دل سے سوچنے سمجھنے اور یقین کرنے کا کام صحیح اور صحیح موقعوں پر کتنا لیا اور ناجائز اور غلط موقعوں پر کتنا؟

اب غور کیجئے احساس ذمہ داری کی تعلیم ہر ہر فرد کو اس سے بہتر اور کہاں سے ملے گی! اس پر ترتیب عمل ہونے لگے تو شخصی، قومی، انفرادی و اجتماعی کتنے جھگڑے قصے دنیا سے مٹ جائیں۔ مگر افسوس اور رونا ہے تو یہ کہ قرآن آج بھی موجود ہے مگر اس لیے نہیں کہ مسلمان اپنی حیات و ممات اور اپنا شب و روز اور نشست و برخاست، رفتار و گفتار سب کچھ اس کے مطابق کر کے دنیا اور آخرت کی سعادت کے مستحق ہو جائیں۔ ہمارا فرض تو تھا کہ ہم جس امانت الٰہی کے حامل ہیں اور جس کتاب مبین کے وارث ہیں اس کو اقوام عالم تک پہنچاتے اور خود عامل ہو کر دوسری اقوام کو عامل بناتے مگر ہماری بدنصیبی ہے کہ آج ہم قرآنی ہدایت اور سود مندی اور اس آسمانی رحمت اور سرچشمۂ ہدایت اور ذریعۂ سعادت سے غافل ہیں اور سب کچھ جاننے کے باوجود بھی کچھ نہیں جانتے۔ آج کا مسلمان الا ماشاء اللہ تو اس بھٹکے ہوئے راہگیر کی طرح ہے جو ذرا ذرا سے شبہ پر ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر دوڑتا ہے لیکن منزل مقصود کا پتہ نہیں لگتا۔ آج کے مسلمان کو کبھی یورپ کے اتباع میں اپنی بھلائی نظر آتی ہے کبھی روس کی تقلید میں اپنی ترقی دکھائی دیتی ہے اور کبھی امریکہ سے وابستگی میں اپنی نجات نظر آتی ہے غرضیکہ اس کی مثال اس غبارے کی سی ہے جس کو شمالی اور جنوبی ہوائیں اپنے جھونکوں میں اڑائے اڑائے پھرتی ہے ان کو ذرہ برابر احساس نہیں ہوتا یا شاید سنگریزوں کی سے جن کو دن میں کتنی دفعہ جانور اور چرند و پرند پامال کریں لیکن ان کو اس کا خیال تک نہیں آتا جب سے قرآن اور اس کی حکومت اٹھ گئی دنیا ظلم و ستم، جہالت اور بدکرداری اور بداخلاقی کا مرکز بن کر رہ گئی ہے اب جس قدر بھی ان مظالم اور برائیوں کو دور کرنے کی سعی کی جا رہی ہے اسی قدر مظالم ہیں کہ بڑھتے جا رہے ہیں اور پریشانیاں ہیں کہ ابلی آ رہی ہیں۔ زندگی کا کوئی گوشہ مطمئن نہیں رہا۔ فقیر سے لے کر بادشاہ تک، رعایا سے لے کر راعی تک ہر ایک مصائب و مظالم کا شکار ہے۔ اور کسی سے کچھ بنائے نہیں بن پڑتا ہے آپ کو واقعات اور حقیقت کی روشنی میں جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ماننا پڑے گا کہ قرآن اور اس کی تعلیمات کے سوائے اور کسی صورت سے بھی ممکن نہیں کہ جو ہماری حالت میں انقلاب پیدا کر سکے اور ہمیں حقیقی چین و سکون نصیب ہو سکے اس لئے ہمیں قرآن پر حقیقی طور سے ایمان لا کر اس کے سچے پیرو بننے کی ضرورت ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ جو قرآنی احکام ہم کو معلوم ہو جائیں ان پر دل و جان سے ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما دے۔ ہم سے جو کوتاہیاں قرآن کے حقوق کی ادائیگی میں ہو رہی ہیں ان کو قرآن عظیم کے طفیل میں یا اللہ معاف فرما دے اور اس سرچشمۂ رحمت و ہدایت کی ہم کو حقیقی عظمت عطا فرما دے۔

یا اللہ ہم کو، ہماری قوم کو، ہمارے ملک کو اور ہماری نسلوں کو اور تمام امت مسلمہ کو قرآن کریم کا سچا فرمانبردار بنا کر زندہ رکھیو اور اسی کی فرمانبرداری پر ہم کو موت نصیب فرمائیے۔ آمین۔

یا اللہ ہماری آنکھیں قرآن کریم کی طرف سے کھول دے اس کی عظمت ہمارے دلوں میں بٹھا دے اس کے اتباع کی توفیق ہم کو عطا فرما دے۔ ہمارا مرنا اور جینا اسی قرآن عظیم کے موافق بنا دے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

اکیسویں 21 صدی اور ہمارا معاشرہ

از: عادل صدیقی

آج کے دور میں ہم سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی کی تعریف میں ہر وقت رطب اللسان رہتے ہیں۔ کسی بھی محفل یا گفتگو میں سائنس کی برکتوں کا ذکر ضرور ہوتا ہے آئیے ذرا دیکھیں کہ اس ترقی کے نتیجہ میں ہم کس طرح کا مستقبل پا سکیں گے۔

جدیدیت کے اس بہاؤ نے انسانی رشتوں کو بکھیر کر رکھ دیا ہے دور نہ جائیے صرف پچاس برس پہلے کا تصور کیجئے، اس زمانے کا کوئی آدمی بھی خود کو اس نئے معاشرے سے ہم آہنگ نہیں پا

باقی صہ۲۳ پر

ہفت روزہ

ختم نبوة

انٹرنیشنل

۲۰ تا ۲۶ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ بمطابق ۷ تا ۱۳ مارچ ۱۹۹۱ء | جلد نمبر ۹ | شمارہ نمبر ۴۰

مدیر مسئول عبدالرحمٰن باوا

اس شمارے میں

۱۔ ایک اہم ہدایت ـــــــ ۲
۲۔ اکیسویں صدی میں ہمارا معاشرہ ـــــــ ۲
۳۔ بیاد مولانا حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ ـــــــ ۴
۴۔ امریکہ اور اس کے اتحادی ملکوں کا عراق پر حملہ (اداریہ) ـــــــ ۵
۵۔ مسجد نبویؐ مدینۃ المنورہ ـــــــ ۶
۶۔ مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کی ممانعت ـــــــ ۸
۷۔ اسلامی تاریخ کے تابندہ نقوش ـــــــ ۹
۸۔ دس کا عدد ـــــــ ۱۰
۹۔ حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ ـــــــ ۱۲
۱۰۔ شب آخر ـــــــ ۱۴
۱۱۔ حاصل مطالعہ ـــــــ ۱۷
۱۲۔ ترکش کا آخری تیر ٹیپو سلطان ـــــــ ۱۹
۱۳۔ روئے زمین پر مرزائی تسلط کے خواب ـــــــ ۲۱
۱۴۔ قادیانیت دورِ حاضر کی بدترین آمریت ـــــــ ۲۲
۱۵۔ مرزا کی تضاد بیانیاں ـــــــ ۲۴

پبلشر و پرنٹر: عبدالرحمٰن یعقوب باوا — طابع: سید شاہد حسن — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — مقام اشاعت: ۳۰ بنوریہ ٹاؤن کراچی

سرپرست

شیخ المشائخ حضرت مولانا
خان محمد صاحب مدظلہ
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

مجلس ادارت

مولانا مفتی احمد الرحمٰن | مولانا محمد یوسف لدھیانوی
مولانا منظور احمد الحسینی | مولانا بدیع الزمان
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

سرکولیشن منیجر

محمد انور

رابطہ دفتر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ
کراچی ۷۴۴۰۰ ۔ پاکستان
فون نمبر ۷۷۱۱۹۷

LONDON OFFICE:
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PH: 071-737-8199.

چندہ

سالانہ	۱۵۰ روپے
ششماہی	۷۵ روپے
سہ ماہی	۳۵ روپے
فی پرچہ	۳ روپے

چندہ

غیر ممالک سے سالانہ بذریعہ ڈاک
۳۵ ڈالر

چیک / ڈرافٹ بنام "ہفت روزہ ختم نبوت"
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ
اکاؤنٹ نمبر ۳۶۴۳ کراچی پاکستان
ارسال کریں

بیاد حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن نوراللہ مرقدہٗ

از قلم ـ مبارک ابراہیم

وہ بزمِ مصطفٰیؐ کا جو روشن منار تھا
موسم مرے ہاں کا اسی سے پر بہار تھا
علم و ادب کی محفلوں میں جان اس سے تھی
بے رہ روی کے دور میں دیں کا حصار تھا

دورِ شباب میں ہی مقام بلند پایا!
جس بزم میں گیا وہیں کوہ وقار پایا
تو نے سجائی تھیں یہاں روحانی محفلیں
لادین فتنوں پر ترا بھرپور وار تھا

ہے جانے سے ترے جو اداسی سی ہر طرف
اس سے عیاں ہے تجھ سے ہر اک کو پیار تھا
یوسف کے پاس سو گیا وہ خوش نصیب
جو خدمتِ دیں کیلئے ہر دم بیدار تھا

وہ میرے پاس کیسے مبارک قیام کرتا!
جس کے فراق میں خود خدا بے قرار تھا

امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا عراق پر حملہ — ربوہ میں مبارکبادیں اور مٹھائی کی تقسیم

موجودہ خلیج کی جنگ کے بارے میں قادیانیوں کا نقطہ نظر سامنے نہیں آیا البتہ جنگ شروع ہونے سے پہلے قادیانیوں کے جھوٹے پیشوا مرزا طاہر نے مبہم سا اشارہ دیا تھا کہ یہ اختلاف ایک مامور من اللہ کی مخالفت کا نتیجہ ہو سکتا ہے اور مامور من اللہ سے مراد اس کا دادا مرزا قادیانی ہے

اب جبکہ جنگ شروع ہو چکی ہے اور مرزا قادیانی دقادیانیوں کے مربی انگریز حرمین شریفین کی سرزمین کو پامال کرنے کے علاوہ عراق کے بے گناہ شہریوں، معصوم بچوں، باعزت مستورات اور بزرگوں کو گولہ بارود سے بھون رہے ہیں۔ تو مرزا طاہر اور اس کی پوری ذریت مہر بلب ہے جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو۔

ایک خفیہ اطلاع یہ ہے کہ جس دن امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے عراق پر حملہ کیا تو اس دن قادیانیوں کے مرکز ربوہ میں ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کی گئی اور منہ میٹھا کیا گیا سنا گیا ہے کہ اتحادیوں کی کامیابی کے لئے دعاؤں کی تحریک بھی کی گئی ہے لیکن اسے صیغہ راز میں رکھا جا رہا ہے تاکہ کسی کو پتہ نہ چل سکے۔ لیکن اگر سنڈاس کھلا ہوا ہو تو اس کا تعفن چھپ نہیں سکتا، وہ پھیل کر رہتا ہے، مرزائیت ایک سنڈاس ہے جس میں امت مسلمہ اور عالم اسلام کے خلاف غلاظت بھری ہوئی ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں جب آزادی کی جنگ لڑی جا رہی تھی اور جہاد آزادی کے متوالوں کو تختہ دار پر لٹکایا جا رہا تھا علماء حق کو پھانسیاں دی جا رہی تھیں تو یہی ایک گروہ تھا جو قادیان میں بیٹھ کر مغربی سامراج کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہا تھا اسے امن و عافیت کا علمبردار قرار دے رہا تھا اور جہاد کی حرمت پر کتابیں اور اشتہارات لکھ لکھ کر انگریز بے ایمان کے ذریعے پوری دنیا میں پھیلا رہا تھا

قادیانیوں نے مبلغین کے نام سے ایک ٹولہ تیار کیا جو پوری دنیا میں مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کے فرائض سرانجام دیتا تھا مرزا قادیانی جو اس جماعت کا بانی تھا اس نے عرب ممالک پر زیادہ توجہ دی، کیونکہ اس کے آقا انگریز کی توجہ اس طرف زیادہ تھی چنانچہ جہاد کے خلاف عربی میں کتابیں اور اشتہارات وغیرہ شائع کر کے وہاں تقسیم کرائے۔

آج بھی قادیانیوں کا مشن اسرائیل میں موجود ہے حالانکہ اسرائیل میں مسلمانوں کی تبلیغی جماعتیں تو دور کی بات ہے عیسائی مشنریوں کو بھی تبلیغ کرنے کی اجازت نہیں ہے قادیانی مشن وہاں تبلیغ کی غرض سے نہیں بلکہ اس غرض سے قائم ہے تاکہ وہ عربوں کے خلاف جاسوسی کرے۔

الغرض ہمارا لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ قادیانی گروہ ایک دھوکہ بازوں کا گروہ ہے جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اور روپ دھار کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور منصوبے تیار کرتا رہتا ہے۔ ہم دور کیوں جائیں پاکستان کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ یہاں ۱۹۶۵ء کی جنگ میں قادیانیوں نے پاکستان کا نمک کھاتے ہوئے اسی کی نمک حرامی کی اور پاکستان کے خلاف جاسوسی کی۔ ربوہ جو ان کا مرکز ہے وہاں بلیک آؤٹ صرف اس وجہ سے نہیں کیا گیا کہ اس طرح بھارتی جہازوں کو سرگودھا ایئر فورس کے بیس کی رہنمائی کرنا مقصود تھا۔

پھر ۷۱ء کی جنگ میں سقوط ڈھاکہ ہوا تو ربوہ میں جشن منایا گیا اور مٹھائیاں تقسیم کی گئیں۔

شاہ فیصل مرحوم عرب اتحاد ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے اتحاد کے زبردست حامی تھے۔ عرب جو تیل کی دولت سے مالا مال ہیں۔ ان کی خواہش تھی کہ اس دولت سے غیر فائدہ اٹھا رہے ہیں ہم کیوں نہ اٹھائیں، انہوں نے تیل پیدا کرنے والے ملکوں کی تنظیم قائم کرنے میں اہم رول ادا کیا لیکن مغربی طاقتوں نے انہیں شہید کرا دیا۔ ان کی شہادت پر بھی ربوہ میں جشن منایا گیا اور مٹھائیاں بانٹی گئیں۔

ہم ذرا اور پیچھے جائیں — بغداد جس پر امریکہ اور اس کے اتحادی بہتر اور بے گناہ آبادی پر ہزاروں حملے کر چکے ہیں۔ اور لاکھوں ٹن بارود گرا چکے ہیں وہ بغداد ۱۹۱۸ء کی عالمگیر جنگ سے پہلے ترکی کے قلمرو میں شامل تھا۔ ۱۹۱۸ء کی عالمگیر جنگ کے بعد فرنگی سامراج نے اس پر قبضہ کر لیا تو قادیان میں چراغاں کیا گیا اور جشن منایا گیا۔ قادیانی اخبار الفضل اس کی رپورٹ یوں درج کرتا ہے۔

"میں اپنے احمدی بھائیوں کو جو ہر بات میں غور و فکر کرنے کے عادی ہیں ایک مژدہ سناتا ہوں کہ بصرہ اور بغداد کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے ہماری محسن گورنمنٹ برطانیہ کے لئے فتوحات کا دروازہ کھول دیا ہے اس سے ہم احمدیوں کو معمولی خوشی حاصل نہیں ہوتی بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں برسوں کی خوشخبریاں جو الہامی

کتابوں میں چھپی ہوئی تھیں آج ۱۳۳۵ھ میں ظاہر ہو کر ہمارے سامنے آگئیں اس بات سے (جشن) سے فیلر چری بھائی ناراض تو ہوں گے لیکن اگر غور کریں اس میں ناراضگی کی کوئی بات نہیں ہے۔

(الفضل ۱۰ اپریل ۱۹۱۷ء)

جب مسلمانوں کے نقصان اور مغربی سامراج کے مفاد میں یہ ہمیشہ جشن مناتے، چراغاں کرتے اور مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں تو آج اگر خلیج کی موجودہ صورت حال پر بالں خوشیاں منائی جارہی ہیں تو یہ کوئی عجیب بات نہیں قادیانی انگریز کے استنجے کے ڈھیلے ہیں وہ ایسے مواقع پر انہیں خوب استعمال کرتا ہے پہلے بھی کرتا تھا آئندہ بھی کرتا رہے گا لیکن ہمارا خیال ہے کہ اب قادیانیوں کے دن گنے جاچکے ہیں اور اس فتنہ کا خاتمہ جلد ہونے والا ہے

سے دکھادے یاالٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں پر رات دن مولا تری رحمت برستی ہے

خدا کی زمین پر انبیاء کرام علیہم السلام کی آخری مسجد

مسجد نبوی مدینۃ المنورۃ

جہاں جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے اور جہاں ایک نماز پڑھنے کا ہزاروں گنا ثواب ملتا ہے

تحریر: محمد اقبال، حیدرآباد سندھ

مسجد نبوی کی تعمیر (ربیع الاول ا ہجری اکتوبر ۶۲۲ء) جب پیغمبر رحمت اللعالمین مدینے میں تشریف لائے تو آپ نے فوراً ہی اپنے منصوبے کے مطابق تعمیری و انقلابی سرگرمیوں کا آغاز کر دیا اور اس مقصد کی خاطر سب سے پہلے مسجد نبوی کی تعمیر کی سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی مبارک جب وہاں بیٹھ گئی جہاں آج مسجد نبوی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی جگہ میرے اترنے اور ٹھہرنے کی ہے انشاءاللہ۔ اور یہ دعا فرمائی۔

"اے میرے رب مجھے بابرکت جگہ اتار اور تو بہتر اتارنے والا ہے"۔

آپ نے جس زمین پر مسجد تعمیر کی وہ بنو نجار کے دو انصار کی ملکیت تھی جن کے نام سہل اور سہیل تھے۔ یہ دو بھائی تھے انہوں نے یہ زمین خدا کے گھر کے لئے بلا معاوضہ آپؐ کی نذر کرنا چاہی لیکن آپؐ نے باصرار قیمت دے کر خریدا۔ اس میں ایک اور سب اہم نکتہ مضمر ہے اور وہ یہ ہے کہ آپؐ چونکہ عنقریب اسلامی مملکت کے پہلے سربراہ یعنی حکمران بننے والے تھے لہذا آپؐ نے مفت زمین لینے سے انکار کر دیا کیونکہ اس سے آئندہ حکمرانوں کو لوگوں سے جبراً بلاقیمت زمین لینے کا (چاہے مسجد کے لئے ہی) جواز مل جاتا اور لوگ اسے سنت حسنہ بھی سمجھتے اور اس طرح دنیا میں ظلم کی رسم پڑ جاتی۔

جب سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنانا شروع کی تو فرمایا میرے لئے ویسا ہی چھپر بناؤ جیسا کہ موسیٰ کا تھا۔ چند ٹہنیوں اور لکڑیوں کا سائبان ہو جیسا کہ موسیٰ کا سائبان تھا جب راوی سے پوچھا گیا کہ موسیٰ کا سائبان کیسا تھا تو کہا گیا کہ وہ اتنا اونچا تھا کہ کھڑے ہونے پر چھت سے ساتھ لگ جاتا تھا۔

مسجد انتہائی سادہ اور مختصر تھی اس کی دیواریں پتھر کے ٹکڑوں اور کچی اینٹوں سے چنی گئیں۔ کھجور کے تنوں سے ستونوں کا کام لیا گیا اور چھت کھجور کی لکڑی اور پتوں سے پاٹ دی گئی۔ فرش مٹی ہی کا رہنے دیا البتہ بعد میں اسے سنگریزوں کا بنا دیا گیا مسجد کے ایک کونے میں ایک مسقف چبوترہ (صفہ) بنایا گیا جس نے پہلی اقامتی درس گاہ کا کام دیا تھا اس درسگاہ کے ہمہ وقتی طالبعلموں کو اصحاب صفہ کہتے ہیں۔

اس کی تعمیر میں خود سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حصہ لیا تا کہ صحابہ کرام کو زیادہ رغبت حاصل ہو جائے کیونکہ صحیح کی گزشتہ روایت میں یہ ہے کہ سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ قطعہ اراضی خرید کر جب تعمیر شروع کروائی تو خود بھی اپنے کپڑوں میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ اینٹیں لاتے تھے اور اس حالت میں یوں فرماتے تھے۔

ا۔ یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں بلکہ اے ہمارے رب یہ تو تیرے ہاں زیادہ پاکیزہ اور زیادہ مقبول ہے

۲۔ یا اللہ اصل اجر تو وہ ہے جو آخرت میں ملے گا پس اے رب انصار اور مہاجروں پر رحم فرما۔

صحابہ کرامؓ نے پوری دل لگی سے مسجد کی تعمیر میں دیوانہ وار حصہ لیا جیسا کہ ایک صحابی نے یوں کہا۔

"اگر ہم آرام کرنے بیٹھ جائیں جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کام میں مشغول ہوں تو یہ عمل سراپا گمراہی ہے اور ابن زبالہ نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے کہ

جب سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد کی تعمیر کا ارادہ فرمایا تو اینٹ وغیرہ ضروری سامان اس جگہ کے قریب رکھوا دیا پھر تعمیر کے شروع کرتے وقت اپنی چادر مبارک بدن اطہر سے اتار کر دور رکھ دی تا کہ کام شروع کیا جائے جونہی انصار و مہاجرین نے یہ دیکھا اپنی چادریں فوراً پھینک دیں اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے کام میں مشغول ہو گئے

"اگر ہم بیٹھے رہے اور سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مصروف رہے تو یہ عمل گمراہ کن عمل ہے"

ابن ابی شیبہ نے ابوجعفر خطمی کی مرتب کردہ کتاب مرسل سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی تعمیر فرما رہے تھے اور عبداللہ بن رواحہؓ پڑھ رہے تھے۔

"وہ کامیاب ہو گیا جس نے مساجد تعمیر کیں"

تو سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ فرمایا اس کو سن کر عبداللہ بن رواحہ یوں کہنے لگے۔

"وہ مسجد کی تعمیر کرنے والا کھڑے بیٹھے قرآن کی تلاوت کرتا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

ابن زبالہ نے حسن بن تقی سے روایت کیا ہے۔

جب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی بنیاد اٹھا رہے تھے اور آپؐ کے ساتھ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ بھی تھے تو ادھر سے گزرنے والے ایک آدمی نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا جناب کے ساتھ یہی گروہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا یہی لوگ میرے بعد امیر امت ہوں گے (خلفاء ثلاثہ)

اور ابو یعلیٰ نے ان راویوں سے روایت کیا ہے جن سے صحیح احادیث روایت ہوتی ہیں کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی بنیاد رکھتے ہوئے پہلے خود ایک پتھر رکھا پھر ابوبکرؓ نے اور پھر عمرؓ نے اسی طرح ایک پتھر رکھا جب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ یہ میرے بعد خلیفہ امت ہوں گے۔

بیہقی نے الدلائل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سفینہ سے روایت کیا ہے کہ

"مسجد کی تعمیر کے وقت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پتھر بطور سنگ بنیاد کے رکھا اور فرمایا ابوبکرؓ بھی ایک پتھر میرے پتھر کے ساتھ رکھے اور عمرؓ بھی ایک پتھر ابوبکرؓ کے پتھر کے ساتھ رکھے اور عثمانؓ بھی ایک پتھر عمرؓ کے پتھر کے ساتھ رکھے اور یہ بھی فرمایا یہ میرے بعد میرے خلفاء ہوں گے۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے صحابہ کرامؓ مسجد نبویؐ کی تعمیر کے لئے اینٹیں لا رہے تھے اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ آپؐ ایک بھاری اینٹ اٹھا کر لا رہے ہیں تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر خود اٹھانے کی درخواست کی تو حضور صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ دوسری اینٹ اٹھا لے کیوں کہ خوشی تو دراصل آخرت ہی کی خوشی ہے (اس کے اٹھانے سے ثواب ملے گا) یہ بیان مسجد نبویؐ کی دوبارہ تعمیر کے متعلق ہے۔

مسجد کے تین دروازے بنائے گئے ایک دروازہ مسجد کے عقب کی جانب یعنی جنوب کی جانب رکھا گیا دوسرا دروازہ باب عائشہ جس کو آج کل باب الرحمۃ کہا جاتا ہے تیسرا دروازہ باب عثمان جو اب باب جبریل کے نام سے موسوم ہے عام طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی دروازے سے داخل ہوتے تھے باب عائشہ و باب عثمان دونوں دروازے مسجد کے شرقاً غرباً واقع تھے تحویل قبلہ کے بعد پہلے دروازہ کو جو جنوب کی طرف تھا بند کر دیا گیا اور اس کے مقابل شمال کی جانب دروازہ کھولا گیا جسے آج کل باب النساء کہا جاتا ہے تحویل قبلہ سے مراد یہ ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپؐ نے سولہ سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ فرما کر نماز پڑھی اور پھر آپؐ کو خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا تحویل قبلہ پر پچھلی دیوار کا دروازہ (جو آج کل قبلہ کی طرف ہے) بند کر کے اس کے آمنے سامنے والی دیوار میں دروازہ کھولا گیا۔

مسجد کی تعمیر کے بعد اس کے احاطے کے اندر ہی مشرقی جانب آپؐ نے اپنی ازواج مطہرات کے حجرے بنوائے اس وقت حضرت سودہؓ بنت زمعہ اور حضرت عائشہؓ بنت ابوبکر صدیقؓ عقد میں آ چکی تھیں اس لئے ابتداء میں صرف دو حجرے بنے باقی حجروں کی تعمیر بعد میں عمل میں آئی یہ دونوں حجرے بھی کچی اینٹوں کے تھے اور چھتیں کھجور کے پتوں کی۔ ان کمروں کی دیواریں کھجور کی چٹائیوں کی تھیں۔ یہ کاشانہ ہائے نبوت چھ سات ہاتھ چوڑے اور دس ہاتھ لمبے تھے دروازوں پر کمبل لٹکائے گئے تھے تاکہ پردہ رہے ان تنگ و تاریک اور بے رنگ حجروں میں جو آج کے عام انسان کے لئے بالخصوص زندان سے بھی زیادہ مہیب و تکلیف دہ تھے۔ آپؐ نے عمر بھر اپنے اہل و عیال کے ساتھ انتہائی عسرت میں زندگی گزاری حالانکہ آپؐ لادینی اصطلاح میں بادشاہ و حکمران اور فاتح و حاکم بھی تھے اور آپؐ کے پاس کثرت سے مال غنیمت بھی آتا تھا آپؐ نے کیوں عیش و آرام کی زندگی پر زہد و فقر کی زندگی کو ترجیح دی؟ یہ سوال آپؐ کے ان معترضین کے لئے زبردست چیلنج ہے جو آپ کے تعدد ازواج پر معترض ہیں اور تعیش پسندی کو اس کا محرک قرار دیتے ہیں کیا زندان سے زیادہ تاریک و تنگ حجروں اور بے سروسامانی کے عالم میں فقر و فاقہ اور محنت و مشقت کی زندگی بسر کرنا تعیش پسندی ہے؟ کیا ایسی زندگی پر عیش و آرام کی زندگی کا گمان بھی ہو سکتا ہے! یہ سوال حق کو معترضین کے لئے مسکت جواب ہے لیکن آنکھوں پر تعصب کے پردے پڑ جائیں اور دل پر کفر کی مہر لگ جائے تو انسان نورِ حق سے بہتان تراشی اور دروغ گوئی میں اتنی دور نکل جاتا ہے کہ حق کی طرف لوٹنا اس کے لئے از بس دشوار ہو جاتا ہے۔ مسجد نبوی کے بارے میں خاتم الانبیاءؐ کا ارشاد ہے۔

"میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد تمام انبیاء کی مساجد کی خاتم ہے یہ مسجد الحرام کے بعد تمام مساجد میں اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ اس کی زیارت کی جائے اور اس کی طرف ثواب کی نیت سے سفر کیا جائے۔

یہ ان تین مساجد میں سے دوسری مسجد ہے جن کی طرف تقرب الی اللہ یعنی ثواب کی طرف سفر کرنا نہ صرف جائز بلکہ مطلوب ہے چنانچہ آپؐ نے فرمایا۔

ثواب کی نیت سے سفر نہ کرو مگر تین مسجدوں کے لئے مسجد حرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ اس کا مطلب یہ ہے کہ تقرب الی اللہ اور ثواب کی نیت سے سفر کرنے کی اجازت صرف ان تین مساجد کے لئے حاصل ہے باقی مساجد اور متبرک مقامات مزارات درگاہوں کے لئے اجازت نہیں مسجد نبویؐ کے بارے میں آپؐ کا ارشاد ہے۔

"میری اس مسجد میں نماز ہزاروں نمازوں سے بہتر ہے دوسری مساجد کے اعتبار سے بجز مسجد حرام کے۔" آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

جو مسلمان میری اس مسجد میں (مسجد نبوی) چالیس نمازیں ادا کرے گا اس کے لئے دوزخ کی آگ سے نجات اور عذاب سے نجات لکھ دی جائے گی اور وہ نفاق سے محفوظ رہے گا۔ یہ وہ مقدس و محترم مسجد ہے جو دس سال تک درسگاہ نبوت اور سجدہ گاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس میں حضورؐ نے اور صحابہؓ نے سب سے زیادہ نمازیں پڑھیں اسی سے متصل گوشہ کو مدفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دائمی قربت رسولؐ کا شرف حاصل ہے اس میں وہ متبرک حصہ ہے جس کے بارے میں آپؐ نے فرمایا "میرے گھر اور منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغ کا ایک ٹکڑا ہے۔

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مسجد دوبارہ تعمیر کروائی پہلی بار تو جب مدینہ منورہ تشریف لائے اس مسجد کا طول و عرض ایک سو گز سے کم تھا دوسری بار فتح خیبر کے بعد ۷ھ میں تعمیر فرمائی۔ یہ اضافہ شمال مغرب کی جانب کیا گیا کیوں کہ مشرق کی جانب امہات المومنین کے گھر تھے

خثیمہ بن سلیمان نے حضرت قتادہؓ سے فضائل عثمانؓ کے ضمن میں یہ روایت کیا ہے کہ ایک قطعہ اراضی مسجد نبویؐ کے ساتھ ملحق تھا تو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کوئی اسے خرید کر مسجد کی توسیع کے لئے دے دے گا اس کو اتنا ہی قطعہ اراضی جنت میں ملے گا تو حضرت عثمانؓ نے خرید کر مسجد کی توسیع کے لئے دے دیا۔

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اگر میری اس مسجد کی صنعا (یمن) تک توسیع کر دی جائے تب بھی وہ میری ہی مسجد ہوگی (خصائص الکبریٰ للسیوطیؒ)

مسجد نبویؐ کی مختصر تاریخ تعمیرات۔

۱۔ پہلی بار سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کی تعمیر فرمائی۔

۲۔ غزوہ خیبر سے واپسی پر اس کی توسیع ۷ھ میں فرمائی

۳۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ۱۷ھ میں اس کی توسیع فرمائی۔

۴۔ حضرت عثمانؓ نے ۲۹ھ میں اس کی مزید توسیع فرمائی اور عمارت میں پتھر لگوایا اور دیواروں میں لوہے کے ستون رکھوائے۔

۵۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ۸۸ھ میں اس کی جدید تعمیر کی اور توسیع فرمائی اور ازواج مطہراتؓ کے حجروں کو بھی مسجد کی حدود میں داخل کر دیا اور تعمیر میں قلعی اور رہا بھی استعمال کیا دیواروں پر نقش و نگار کرائے۔

۶۔ مہدی عباسی نے مسجد کی توسیع کی جس کی تعمیر ۱۶۱ھ تا ۱۶۵ھ جاری رہی۔

۷۔ اس کے بعد متعدد بادشاہوں نے مسجد مبارک کی جزوی تعمیر میں حصہ لیا ۶۵۴ھ میں مسجد کے خادم کی غفلت سے مسجد میں آگ لگی تو خلیفہ معتصم باللہ نے ۶۵۵ھ میں اس کی جدید تعمیر کی۔ ۸۸۶ھ کی ۱۳ رمضان کی رات آسمانی بجلی گرنے سے مسجد کو کافی نقصان پہنچا جس کی تعمیر جدید سلطان قایتبائی جان نے کرائی۔

۸۔ عثمانی ترکوں سے سلطان سلیم ثانی نے ۹۸۰ھ میں مسجد کی خوبصورت تعمیر کروائی اور مسجد کے نقش و نگار میں سونے کے پانی کو استعمال کیا۔

باقی صفحہ ۱۲ پر

مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کی ممانعت

مرسلہ: ممتاز شریف۔ کراچی

مدینہ طیبہ کے تقریباً ایک ہزار نام ہیں جن میں سے امام نوویؒ نے اپنے مناسک میں مشہور ہونے کی وجہ سے پانچ نام ذکر کئے ہیں۔ مدینہ۔ طابہ۔ طیبہ۔ دار۔ یثرب ان میں یثرب زمانہ جاہلیت کا نام ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو ناپسند فرمایا یثرب کے معنی ملامت اور حزن کے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ بُرا نام بدل کر بہتر نام رکھنے کی تھی جیسا کے دوسری حدیث کے ذیل میں مفصل آرہا ہے کہ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ مدینہ دین سے مشتق ہے کہ اس شہر میں اللہ کی طاعت کی جاتی ہے صاحب اتحاف نے بہت سے نام مدینہ طیبہ کے نقل کرکے لکھا ہے کہ ناموں کی کثرت بھی شرافت پر دلالت کرتی ہے ان سب میں مشہور نام مدینہ ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے ایک ایسی بستی میں رہنے کا حکم کیا گیا ہے جو ساری بستیوں کو کھا لے اس بستی کو یثرب کہتے ہیں۔ اس کا نام مدینہ ہے وہ بُرے آدمیوں کو اس طرح دور کر دیتی ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔

دوسرا مضمون یہ ہے کہ اس بستی کی صفات یہ بیان کی گئی ہیں کہ ساری بستیوں کو کھا لے۔ اس سے مدینہ طیبہ کی ساری بستیوں سے افضل ہونے پر استدلال کیا ہے اور متعدد اقوال اس کی شرح میں نقل کئے گئے ہیں بعض علماء نے اس کا مضمون یہ لکھا ہے کہ وہ بستی مدینہ ساری بستیوں سے افضل ہے یعنی اس کی فضیلت اتنی غالب اور بڑھی ہوئی ہے کہ اور سب بستیوں کی فضیلتیں اس کے مقابلے میں مغلوب اور کالعدم ہیں گویا اوروں کے مقابلے میں اس کی فضیلت دو چند ہوگئی یہی مراد ہے کھا لینے سے اس مطلب کی تائید تورات سے بھی ہوتی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے طابہ میں تیرے چھتوں کو ساری بستی کی چھتوں سے بلند کروں گا بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس شہر کے رہنے والے دوسرے شہروں کو فتح کریں گے اور غالب آجائیں گے۔ زرقانی مواہب صاحب مظاہر حق نے لکھا ہے کہ جو کوئی اس شہر میں رہتا ہے غالب رہتا ہے اور فتح کرتا ہے۔ پہلے اس میں قوم عمالقہ آئی وہ غالب ہوئی اور شہروں اور ولایتوں کو فتح کیا پھر یہود آئے وہ غالب ہوئے عمالقہ پر پھر انصار پہنچے وہ غالب ہوئے یہود پر پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین آئے انکو غلبہ ہوا کہ مشرق سے مغرب تک لے لیا۔

تیسرا مضمون یہ ہے کہ لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں حضورؐ نے اس کو یثرب کہنے سے منع فرمایا ہے جس کے معنے ہلاک اور فساد کے ہیں یا اس لئے کہ یثرب اصل میں ایک بت کا نام تھا اس کے نام پر شہر کا نام رکھا گیا یا اس لئے یثرب نام تھا ایک ظالم شخص کا۔ اور بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں ایک حدیث لکھی ہے کہ جو کوئی ایک بار یثرب کہے اسے چاہیئے کہ دس بار مدینہ کہے تاکہ تدارک اور تلافی ہو۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے اس حدیث سے کہ مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کے مکروہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں جو سورہ احزاب میں یا اھل یثرب لا مقام لکم وارد ہوا ہے اس میں اسکو یثرب سے تعبیر فرمایا ہے وہ غیر مسلموں کا قول نقل کیا ہے اس سے جواز پر استدلال نہیں ہوتا اور امام احمدؒ نے حضرت براءؓ کی حدیث سے حضور کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو مدینہ کو یثرب کہے اسے استغفار کرنا چاہئیے۔ اس کا نام طابہ ہے ایک اور حدیث میں حضرت ابو ایوبؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور نے مدینہ کو یثرب کہنے سے منع فرمایا ہے اسی وجہ سے عیسیٰ بن

باقی صفحہ ۲۲ پر

اسلامی تاریخ کے تابندہ نقوش

سلطان محمد فاتح کا قسطنطنیہ کے باشندوں اور عیسائیوں سے حسن سلوک

تحریر: ڈاکٹر سید محمد اجتباء ندوی، الہ آباد

رومی سلطنت کے مشرقی دارالحکومت قسطنطنیہ کو عیسائیوں کے نزدیک مذہبی اور سیاسی طور پر بڑی اہمیت تھی، وہ تمام سلطنت اور مشرقی ممالک پر یلغار اور حملوں کے لئے سب سے بڑا اڈہ تھا، شہر یورپ اور ایشیاء کی سرحد پر واقع ہونے کی وجہ سے تمام فریقوں کے لئے یکساں طور پر پرکشش بھی تھا، قدرتی طور پر بھی وہ بہت ہی محفوظ اور ناقابل تسخیر تھا، فوجیں رومیوں کو شکست دیتی ہوئی اس شہر تک پہنچ جاتی تھیں اور فارسی یا قلعہ بند رومیوں سے فتحیاب ہوجاتے تھے اور پھر از سر نو فوجیوں کو منظم کرکے مفتوحہ علاقے واگذار کرا لیتے تھے، بلکہ آگے بڑھ کر دوسری قوموں کے لئے مصیبت اور خطرہ بھی بن جاتے تھے۔ اس شہر میں رومیوں کے مضبوط قلعے اور پرشکوہ گرجا گھر اور شاندار محل اور عمارتیں تھیں، اس شہر سے روم اور یورپ کے دوسرے شہروں کو فوراً فوجی اور سیاسی کمک ملتی تھی۔

جب دعوت اسلامی جزیرۃ العرب سے نکل کر فارس، روم کے بیشتر مقبوضہ علاقوں میں پھیل گئی، ان علاقوں کے باشندوں نے مسلمانوں کے عقیدہ و فکر، اور حسن اخلاق اور شاندار برتاؤ سے سکون، راحت، اطمینان اور سکھ محسوس کیا، اور صدہا برس کی غلامی سے رہائی اور آزادی محسوس کی، تو پھر دوبارہ روم و فارس کے ظالم حکمرانوں کی جانب نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا، یہ صورتحال دیکھ کر رومیوں نے قسطنطنیہ کو مزید مضبوط و مستحکم بنا کر مسلمانوں کی دعوت و تحریک کو روکنے کے لئے سازشیں اور رکاوٹیں کھڑی کرنی شروع کردیں، اور گاہے بگاہے حملہ کرکے مسلم علاقوں شام و فلسطین کے شہروں اور آبادیوں کو تاخت و تاراج کردیتے۔ اور مسلمانوں کو اس سے بڑا نقصان اور ان کی دعوت و تبلیغ کے لئے خطرہ پیدا ہوجاتا۔ چنانچہ مسلمانوں نے قسطنطنیہ کو فتح کرنا ضروری سمجھا اس کے فتح ہوجانے سے نہ صرف روز روز کی پریشانی اور مصیبت ختم ہوجاتی بلکہ یورپ میں دعوت و ہدایت کے لئے راہ ہموار ہوجاتی اس لئے حضرت معاویہؓ نے اپنے عہد خلافت میں ایک فوجی بحری بیڑہ اور عظیم الشان لشکر (جس میں جلیل القدر صحابہ کرام جن میں سرفہرست میزبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاریؓ کا نام نامی تھا) تیار کیا۔ یہ اسلامی لشکر روانہ ہوا اور جنگ کرتا ہوا قسطنطنیہ کی فصیلوں تک پہنچ گیا۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ اس دوران بیمار پڑے، اور جب وفات کا وقت قریب ہوا تو انھوں نے وصیت کی کہ ان کے بعد ان کی لاش کو شہر سے جتنی قریب لے جانا ممکن ہو لے جاکر دفن کیا جائے، چنانچہ اسلامی لشکر نے شہر کے قریب ترین فصیل لاکر دفن کیا اور لشکر واپس آگیا اس کے بعد بھی مسلمانوں نے اس عظیم شہر کے فتح کی کوششیں جاری رکھیں مگر یہ سعادت آل عثمان کے صالح بہادر اور دانشمند نوجوان محمد ثانی بن مراد بن محمد اول کے ہاتھوں سے حاصل ہوئی تھی۔

اور یہی نوجوان بشارت نبوی کا مستحق ٹھہرا محمد فاتح جس وقت عثمانی سلطنت کا حکمران ہوا اس وقت اس کی عمر ۲۲ سال سے زیادہ نہ تھی اور اس نے ۳۰ برس تک حکومت کی، رومی سلطنت کے پایہ تخت قسطنطنیہ کے سر کرلینے کی وجہ سے محمد الفاتح لقب دیا گیا، دنیا کے فاتحین میں معدودے چند ہی کو جنھوں نے اتنی نوعمری میں اتنی عظیم فتح و کامرانی اور تسلی بخش سیاسی کامیابیاں حاصل کیں ان کے والد نے ان کی تعلیم و تربیت و سپہ گری اور سیاسی سوجھ بوجھ کی طرف بڑی توجہ مبذول کرائی، اور نوعمری ہی میں بڑی زبردست فوجی مہارت اور علمی و سیاسی بصیرت حاصل ہوگئی چنانچہ اس نے بڑے عزم و حوصلہ اور خداداد صلاحیت اور حکمت و شجاعت اور خدا کے فضل و کرم سے ۱۴۵۳ء کو رومی امپائر کے سب سے مستحکم اور مضبوط دارالحکومت کو فتح کرلیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا مصداق بنا: لتفتحن القسطنطنیۃ فنعم الامیر امیرھا ونعم الجیش ذالک الجیش۔

تم لوگ قسطنطنیہ کو ضرور فتح کروگے تو کیا ہی خوب ہوگا
اس کا سربراہ اور کیا ہی خوب ہوگا وہ لشکر۔

قسطنطنیہ فتح کرنے کے بعد شہر کے عیسائی باشندے بڑے بڑے مذہبی پیشوا اور پادری خوف و دہشت کی وجہ پناہ گزیں تھے اور اپنے انجام بد کا انتظار کررہے تھے، سلطان نے سب کو بڑے احترام اور محبت اور مروت سے مخاطب کیا ان کی حمایت اور حفاظت کا وعدہ کیا اور کہا کہ تمام عیسائی بے خوف و خطر اپنے گھروں کو واپس جائیں کسی سے کوئی برا سلوک نہ کیا جائے گا اور نہ کسی کو کوئی سزا دی جائے گی، اس کے بعد عیسائیوں کے مسائل و معاملات کو منظم کیا اور ان کے گرجا گھر ان کے سپرد کردیئے اور ان کا انتظام و انصرام ان کے ہاتھوں میں دیدیا اور ان کو ان کی روایات اور عائلی قوانین کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی دی گئی، انہیں اپنے بڑے پادری (پاپا) کے منتخب کرنے کا حق دیا تو انھوں نے (جناد یوس) کا انتخاب کیا سلطان نے اس کے انتخاب پر اس طرح کا جشن منایا جس طرح بیزنطی سلطنت میں اس موقع پر منایا جاتا تھا اور اس منتخب پادری سے سلطان نے فرمایا کہ تم ہمارے ساتھ دوستی اور خوشگوار تعلقات قائم رکھو، تمہیں وہ سارے حقوق رعایتیں اور اختیارات حاصل رہیں گے جو پہلے حاصل تھے، اور اسے ایک خوبصورت گھوڑا مرحمت کیا، اور شاہی محافظ فوج (انکشاری) کا ایک دستہ اس کی حفاظت پر متعین کیا، اور اس کی قیام گاہ تک اعیان سلطنت ساتھ ساتھ گئے، سلطان فاتح نے آرتھوڈوکس چرچ کے قوانین کو تسلیم کیا اور اس کی سرپرستی قبول کی، فتح قسطنطنیہ کے دوران پادریوں اور گرجا گھروں کے مال و اسباب تلاش کروا کر جمع کئے اور گرجا گھروں اور عیسائی خانقاہیں واپس کردیں۔

لائق توجہ اور قابل قدر بات یہ ہے کہ سلطان محمد فاتح نے ان اعلیٰ اخلاق اور رواداری کا معاملہ خود اپنے طور پر کیا فتح کے وقت عیسائی اور سلطان یا اس کے لشکر کے مابین اس طرح کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا اس شاندار برتاؤ کو دیکھ کر قسطنطنیہ اور دوسرے علاقے کے عیسائی باشندوں نے سلطان محمد فاتح اور عثمانی سلطنت کو اپنے لئے بہت بڑی نعمت سمجھا، انھوں نے جو فراخدلی، رواداری، اور وضع داری و مروت کا معاملہ عثمانیوں کی حکومت میں پایا وہ انہیں ان کے

باقی صفحہ ۲۳ پر

10 کا عدد

دس وصیتیں، دس نشانیاں، دس دوست، دس آوازیں، دس ظالم، دس فائدے، دس آداب

از: مولانا قاضی محمد اسرائیل گڑنگی، مانسہرہ

حضورؐ کی دس وصیتیں

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے مجھے دس باتوں کی وصیت کی۔ (۱) اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہرا اگرچہ تجھے قتل کر دیا جائے اور جلا دیا جائے۔

(۲) ماں باپ کو ہرگز نہ ستا اگرچہ وہ تجھے حکم دیں اپنے اہل وعیال سے نکل جا۔ (۳) فرض نماز ہرگز قصداً مت چھوڑنا کیونکہ جس نے قصداً فرض نماز چھوڑ دی اُس سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ بری ہوگا۔ (۴) شراب ہرگز مت پینا کیونکہ وہ ہر بے حیائی کی جڑ ہے گناہ سے پرہیز رکھنا کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی نازل ہو جاتی ہے (۵) میدان جہاد سے مت بھاگنا اگرچہ اور لوگ ہلاک ہو جائیں۔

(۶) اور جب لوگوں میں طاعون وغیرہ کی وجہ سے اموات ہونے لگیں اور تو وہاں موجود ہو تو وہاں سے مت جانا بلکہ وہیں جم کر رہنا (۷) اپنے اہل وعیال پر اپنا عمدہ مال خرچ کر (۸) اور ادب سکھانے کی وجہ سے اپنی لاٹھی تیار اور اہل وعیال کی جانب سے غافل ہو کر لاٹھی اٹھا کر مت رکھنا (۹) اور ان کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے بارے میں ڈراتے رہنا (۱۰)

حضرت موسیٰ کی دس نشانیاں

حضرت صفوانؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ مجھے اس نبی کے پاس لے چلو ساتھی نے کہا اس کو نبی نہ کہو اگر ان کو خبر ہو گئی کہ ہم بھی اُن کو نبی کہتے ہیں تو اُن کی چار آنکھیں ہو جائیں گی یعنی فخر و مسرت کا موقع مل جائے گا پھر یہ دونوں رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ حضرت موسیٰ کو جو آیات دی گئی تھیں وہ کیا ہیں رسول اکرمؐ نے فرمایا (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو (۲) چوری نہ کرو (۳) زنا نہ کرو (۴) جس جان کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ اس کو ناحق قتل نہ کرو (۵) کسی بے گناہ پر جھوٹا الزام لگا کر قتل و سزا کے لیے پیش نہ کرو (۶) جادو نہ کرو (۷) سود نہ کھاؤ (۸) پاک دامن عورت پر بدکاری کا بہتان مت باندھو (۹) میدان جہاد سے جان بچا کر مت بھاگو (۱۰) دسواں حکم حضور کریمؐ نے سوال سے مزید بتا دیا اور فرمایا اے یہود خاص کر تمہارے لیے یہ بھی حکم ہے کہ یوم سبت (سنیچر) کے جو احکام تمھیں دیے گئے ہیں اُن کی خلاف ورزی نہ کرو۔

شیطان کے دس دوست

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے ایک دن شیطان سے دریافت فرمایا میری امت میں سے تیرے دوست کتنے ہیں اس نے جواب دیا کہ دس آدمی (۱) ظالم بادشاہ (۲) دوسرا تکبر کرنے والا (۳) مالدار جس کو اس بات کی پرواہ نہیں کہ اس نے مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا (۴) وہ عالم دین جو ظالم امیر کے ظلم پر اس کی تصدیق کرتا ہے (۵) بد دیانت تاجر (۶) جو غلہ اور دوسری ضروریات زندگی کو محض اس مقصد سے جمع کرتا ہے کہ دام چڑھ جانے پر بازار میں بیچ کر زیادہ نفع کمائے گا (۷) زانی (۸) سود (۹) وہ بخیل جسے علم نہیں کہ اس نے کہاں کہاں سے دولت اکٹھی کی (۱۰) شرابی جو شراب پر مداومت کرتا ہے۔

قبر کی دس آوازیں

حضرت انس بن مالکؓ نے ارشاد فرمایا کہ زمین ہر روز ابن آدم کو پکار پکار کر دس چیزیں یاد دلاتی ہے اور کہتی ہے کہ اے ابن آدم (۱) تو چلتا ہے میری پشت پر اور تیرا ٹھکانہ میرا پیٹ ہے (۲) نافرمانی کرتا ہے تو میری پشت پر اور عذاب دیا جائے گا میرے پیٹ میں (۳) تو ہنستا ہے میری پشت پر اور روئے گا میرے پیٹ میں (۴) تو خوش ہوتا ہے میری پشت پر اور غمزدہ ہوگا میرے پیٹ میں (۵) تو حرام کھاتا ہے میری پشت پر اور تجھے کیڑے کھائیں گے میرے پیٹ میں (۶) تو مال جمع کرتا ہے میری پشت پر اور نادم ہوگا میرے پیٹ میں (۷) تو تکبر کرتا ہے میری پشت پر اور ذلیل کیا جائے گا میرے پیٹ میں۔

(۸) تو خوش خوش چلتا ہے میری پشت پر اور غمزدہ کر کے ڈال دیا جائے گا میرے پیٹ میں (۹) تو لوگوں کے ساتھ رہتا ہے میری پشت پر اور اکیلا کر دیا جائے گا میرے پیٹ میں (۱۰) تو روشنی میں چلتا ہے میری پشت پر اور تاریکیوں میں ڈال دیا جائے گا میرے پیٹ میں حضرت ابراہیم ادہم سے لوگوں نے سوال کیا کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ اے بندو تم مجھے پکارو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا اور ہم روز دعائیں مانگتے ہیں مگر قبول نہیں ہوتی آپ

نے فرمایا دس چیزوں کی وجہ سے تمہارے دل مردہ ہو چکے ہیں اور مردہ دل کی دعائیں قبول نہیں ہوتی۔ (۱) پہلی بات یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کو پہنچانتے تو ہو مگر اُس کا حق ادا نہیں کرتے (۲) دوسری بات یہ کہ تم کتاب اللہ کو پڑھتے ہو مگر اُس پر عمل نہیں کرتے (۳) تیسری بات یہ کہ تم ابلیس سے دشمنی کا دعویٰ کرتے ہو مگر تم نے درپردہ اس سے دوستی قائم کر رکھی ہے (۴) چوتھی بات یہ کہ تم رسول اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو مگر اس کے طریقے پر عمل نہیں کرتے (۵) پانچویں بات یہ کہ تم جنت کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو مگر اس کے لئے نیک عمل نہیں کرتے (۶) ساتویں بات یہ ہے کہ تم موت کو حق سمجھتے ہو مگر اس کے لیے تیاری نہیں کرتے۔ (۸) آٹھویں بات یہ ہے کہ تم اوروں کے عیوب تلاش کرتے ہو مگر اپنے عیوب کو بھول جاتے ہو (۹) نویں بات یہ کہ تم اللہ کا دیا ہوا رزق کھاتے ہو مگر اُس کا شکر ادا نہیں کرتے۔ (۱۰) دسویں بات یہ ہے کہ تم مردوں کو دفن کرتے ہو مگر اُن سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

دس ظالم آدمی

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ دس آدمی ظالم شمار کیے جاتے ہیں (۱) وہ شخص جو اپنے لیے دعا کرے والدین اور دوسرے مسلمان کے لیے نہ کرے (۲) وہ شخص جو قرآن پاک کی دس آیتیں روزانہ تلاوت نہ کرے (۳) وہ شخص جو مسجد میں جائے اور دو رکعت پڑھے بغیر نکل آئے (۴) وہ شخص جو قبرستان سے گزرے مردوں کو سلام اور دعا نہ کرے (۵) وہ شخص جو جمعہ کے دن شہر اور جمعہ کی نماز نہ پڑھے۔

(۶) وہ مرد و عورت کے جن کے محلے میں عالم آئے اور کوئی بھی اس عالم کے پاس دین کی بات حاصل کرنے کے لئے نہ جائے۔ (۷) وہ شخص جو آپس میں اللہ کے لئے محبت رکھتے ہوں لیکن ایک دوسرے کا نام معلوم نہ کریں۔ (۸) وہ شخص جو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ (۹) وہ نوجوان جو فارغ البال ہو اور دین کا علم و ادب حاصل نہ کرے (۱۰) .....

صلہ رحمی کے دس فائدے

صلہ رحمی کے دس فائدے حضرت فقیہ ابو اللیث ثمرقندی تحریر فرماتے ہیں کہ صلہ رحمی کیسے حاصل ہوتی ہے (۱) صلہ رحمی کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے (۲) جن کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے گی وہ خوش ہونگے مومن کو خوش کرنا بھی عبادت ہے (۳) صلہ رحمی سے فرشتے بھی خوش ہوتے ہیں (۴) عام مسلمان اس بات کی تعریف کرتے ہیں۔ اگر اس مدح سرائی کے مقصد سے صلہ رحمی نہ ہو تو یہ عام لوگوں کا تعریف کرنا بھی ایک نعمت ہے۔ (۵) ابلیس غمگین ہوتا ہے۔

دشمن کا غمگین ہونا بھی باعث مسرت ہے۔

(۶) صلہ رحمی سے عمر میں زیادتی ہوتی ہے برکات و حسنات اعمال کی زیادتی مراد ہے۔ (۷) روزی میں برکت ہوتی ہے (۸) صلہ رحمی سے مردے بھی خوش ہوتے ہیں۔ جب اُس کو اس کی اطلاع ہوتی (۹) محبت کی زیادتی ظاہر ہے ایسے شخص سے ہر ایک محبت کرتا ہے اور اس کے گرد لوگ جمع ہو جاتے ہیں اور وقت پڑنے پر اُس کی مدد کرتے ہیں۔ (۱۰) موت کے بعد بھی اس کا اثر جاری رہتا ہے جس کے ساتھ صلہ رحمی کی گئی ہو وہ کرنے والے کے حق میں دعا کرتا ہے جس کی وجہ سے موت کے بعد بھی اجر ملتا ہے۔

اولاد پر والدین کے دس حق

حضرت فقیہؒ نے فرمایا اولاد پر والدین کے دس حق ہیں۔ (۱) اگر ان کے پاس کھانے کو نہ ہو تو کھانے کا انتظام کرے (۳) اسی طرح اگر کپڑے نہ ہوں تو اُن کے کپڑے بناتے (۴) اگر خدمت کی ضرورت ہو تو خدمت کرے (۵) اگر بلائیں تو فوراً جواب دیں اور خدمت میں حاضر ہوں ان کے ساتھ نرمی سے بات چیت کرے سخت کلامی بالکل نہ کرے (۶) اُن کا نام لے کر بالکل نہ پکارے یہ بے ادبی ہے۔ (۷) اُن کے پیچھے چلے آگے یا دائیں بائیں نہ چلے (۸) جو اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی اُنکے لیے پسند کرے جو اپنے لیے بُرا سمجھتا ہے ان کے لیے بھی بُرا جانے (۹) اُن کے لیے دعا کرے والدین کے لیے دعا نہ کرنے سے زندگی تنگ ہو جاتی ہے (۱۰) اگر کوئی حکم دیں تو فوراً عمل کرے البتہ کسی گناہ کے کام کا حکم دیں تو عمل نہ کرے۔

اللہ پاک کے حضرت موسیٰؑ کو دس حکم

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول خدا نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تختیوں پر لکھی جو کتاب (توریت) دی تھی اس میں دس باب بھی تھے (۱) اے موسیٰ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا میرا یہ قول پورا ہو کر رہے گا آگ مشرکوں کے چہروں کو جھلس دے گی۔

(۲) میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرتے رہنا اس کے نتیجے میں آفات سے حفاظت عمر میں زیادتی آرام دہ زندگی نیز مزید نعمتیں دوں گا جو ان سے بہتر ہونگی اُن پر تم نے شکر ادا کیا ہو گا اگر تم شکر کرو گے تو اور بھی زیادہ دوں گا (۳) کسی کو ناحق قتل نہ کرنا ورنہ زمین آسمان تمہارے لیے تنگ ہو جائیں گے۔ اور تم دوزخ کے مستحق ہو جاؤ گے۔ (۴) میرے نام کے ساتھ جھوٹی اور گناہ کا کرنے والی قسم نہ کھانا جو میری اور میرے نام کی عظمت نہیں کرتا میں اُس کو پاک نہیں کرتا (۵) لوگوں کو جو میں نے اپنے فضل کی نعمتیں دی ہیں اُن پر کبھی حسد نہ کرنا حسد میری نعمتوں کا دشمن میری تقسیم سے ناراض میرے فیصلے کو ٹھکرانے والا ہے اور جس کا میرے ساتھ یہ معاملہ ہو میرا اس سے اور اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں (۶) جس بات کو اچھی طرح سنا دیکھا یا سمجھا نہ ہو اور قلب اس سے مطمئن نہ ہو اس کی بھی گواہی نہ دینا ورنہ قیامت میں اس کے متعلق باز پرس کروں گا۔ (۷) کبھی چوری نہ کرنا خصوصاً اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا نہ کرنا ورنہ اس

عمل کی نحوست سے تم کو اپنی رحمت سے محروم اور آسمان کے دروازے تم پر بند کر دوں گا زنا ہر ایک سے حرام ہے لیکن پڑوسی کی بیوی کا تذکرہ خاص طور پر اس لیے فرمایا کہ قربت کی وجہ سے امکانات زیادہ رہتے ہیں (۸) جو اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لیے پسند کرو یہ ایمان و اخلاق کا معیار ہے (۹) میرے سوا کسی کے لیے جانور ذبح نہ کرنا میں اُس قربانی کو پسند کرتا ہوں جو میرے نام کے ساتھ اور خالص میرے لیے کی جاتی ہے ذبح کرنا عبادت ہے اور کوئی عبادت غیر اللہ کے لیے جائز نہیں (۱۰) ہفتے کے دن خاص طور پر میری عبادت کے لیے خود اور تمام متعلقین کو فارغ کرنا ہفتے کا دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے متبرک اور عید قرار دیا گیا تھا جس طرح اُمت محمدیہ کے لئے جمعہ کا دن۔

جنتیوں کی دس انگوٹھیوں پہ یہ تحریر ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک لمبی روایت منقول ہے جس کو ان دونوں بزرگوں نے رسول کریمؐ سے نقل کیا ہے جس میں جنت کی بہاروں آرام اور کپڑوں وغیرہ کا احوال نقل ذکر کیا گیا ہے حدیث کے آخر میں ہے کہ وہاں نیک بندے کو بہترین قسم کی دس انگوٹھیاں پہنائی جائیں گیں ان انگوٹھیوں پر یہ الفاظ تحریر ہوں گے جن کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے (۱) پہلی انگوٹھی پہ یہ تحریر ہوگا تم پر سلامتی ہے تم نے صبر کیا (۲) دوسری پر داخل ہو جاؤ جنت میں امن و سلامتی کے ساتھ (۳) تیسری پر یہ جنت تم کو تمہارے اعمال کے بدلے میں دی گئی ہے (۴) چوتھی پر تم سے فکروں اور غموں کو دور کر دیا گیا (۵) پانچویں پر ہم نے تم کو پہنائے زیور اور حلے (۶) چھٹی پر ہم نے حور العین سے تمہاری شادی کی (۷) ساتویں پر تمہارے لیے اس جنت میں وہ سب کچھ ہے جو تمہارا دل چاہے اور جس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے (۸) آٹھویں پر تم نے انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کی معافقت کی (۹) نویں پر تم ایسے جوان ہو کہ تم پر بڑھاپا نہیں آئے گا۔ (۱۰) دسویں پر تم ایسے لوگوں کے پڑوسی ہو جو پڑوسیوں کو نہیں ستایا کرتے، اللہ پاک ان دس باتوں پر انسان کو عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

طالب علم کے دس آداب

(۱) طالب علم کی نیت صرف رضا خداوندی حاصل کرنا ہو۔ (۲) اپنے آپکو حصول علم کے لئے وقف کر دینا (۳) سستی اور کاہلی کو اپنے قریب نہ لائے (۴) صرف علم کے حصول میں رہے دوسرے مشاغل میں نہ لگے (۵) استقلال و استقامت ضروری ہے (۶) علم اور کتابوں کا ادب و احترام کرے۔ (۷) اپنے اساتذہ کی عزت کرے (۸) اپنے دوستوں کے ساتھ تکرار کرے اس سے سبق ذہن نشین ہو جاتا ہے (۹) اپنے اسباق کو خوب یاد کرے کچھ تحریر کرکے محفوظ کرے۔ (۱۰) علم کے فضائل اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد و نتائج سے بھی آگاہ ہو۔

استاد کے دس فرائض

(۱) اپنے شاگردوں کے ساتھ باپ سے بھی زیادہ شفقت کرے (۲) سنت نبویؐ پر سختی سے کاربند ہو استاد کے کردار کا شاگردوں پر بہت اثر ہوتا ہے (۴) نیت یہ ہو کہ میں دنیا سے جہالت کا خاتمہ کرتا ہوں اور روشنی سے دنیا کو منور کرتا ہوں (۵) طالب علم کو ادب کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا طریقہ بھی سکھائے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ تو جس کا بیٹا ہو ادب حاصل کر کیونکہ ادب تجھے نسب سے بے نیاز کر دے گا (۶) طالب علم کو ترتیب کے ساتھ پڑھایا جائے (۷) تعلیم کے ساتھ نیک اعمال مثلاً نماز روزہ تلاوت وغیرہ کی تبلیغ کا کام (۸) گناہ کے انجام سے آگاہ کرے حشر و نشر دوزخ عذاب الٰہی سے ڈراتا رہے۔ (۹) نوعمری ہی میں بچے کو علم کی ترغیب دے اس وقت علم اس کے ذہن میں نقش ہو جائے گا۔ (۱۰) خود کھانے پینے رہائش لباس میں میانہ روی اختیار کرے۔

تبلیغ کے دس آداب

(۱) جو بات بیان کرے اس سے پہلے خود اس کو وہ بات اچھی طرح معلوم ہو (۲) تبلیغ کی غرض صرف خداوند ذوالجلال کی رضا ہو اس پر اجرت طلب نہ کرے۔ (۳) حکمت اور تدبر کے ساتھ تبلیغ کرے (۴) مخالف فریق کے رہنماؤں اور ان کے معبودوں کو برا بھلا نہ کہے۔ (۵) مبلغ کو حق کہنے پر تکالیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس پر صبر و استقامت کے ساتھ ڈٹا رہے۔ (۶) حق کی بات خوب کھول کر وضاحت کے ساتھ بیان کرے۔ (۷) مخالفین کی مخالفت کی پرواہ نہ کرے اور ان کے عمل کو خدا پر چھوڑ دے۔ (۸) اللہ تعالیٰ کے ذکر کا التزام کرے۔ (۹) عبادت نماز روزہ وغیرہ کی سختی سے پابندی کرے (۱۰) استقامت و استقلال کے ساتھ تبلیغ کرے۔

جہاد کے دس آداب

(۱) نیت صحیح ہو کہ صرف خدا کی رضا کے لئے جہاد کرتا ہوں (۲) تقویٰ اور پرہیزگاری کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے (۳) اطاعت امیر جہاد میں سب سے زیادہ ضروری ہے (۴) باہمی اتحاد و ربط کامیابی کے لئے ضروری ہے (۵) آپس میں جھگڑا دشمن کے مقابلہ میں کمزور کر دیتا ہے اس لئے آپس میں مجاہدین کو یک جان ہونا ہوگا (۶) دل کے اطمینان کے لئے خدا کا ذکر کثرت سے کیا جائے (۷) استقلال و استقامت جہاد کے لئے اشد ضروری ہے (۸) عدل و انصاف کو اپنا اصل کام سمجھے (۹) عبادات خصوصاً نماز کی پابندی کریں (۱۰) بزدلی کبھی نہ کریں۔

احسان اور سلوک کے دس آداب

(۱) اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو (۲) اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو (۳) صبر کو لازم پکڑو (۴) شعائر اللہ کی تعظیم کرو (۵) اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو (۶) حلال کی روزی کما کر کھاؤ (۷) بے ہودہ کلام اور فضول نگاہ بازی سے پرہیز کرو (۸) نماز پابندی سے ادا کرو (۹) بدکاری اور زنا سے بچو (۱۰) ہمیشہ اللہ سے دعا مانگو۔

پیر کے دس آداب

(۱) اللہ کے ذکر کا التزام کرے (۲) قرآن کی تلاوت

کا التزام واہتمام کرے (۳) مریدوں کی صحیح تربیت کرے (۴) مریدوں کو قرآن وحدیث کی تعلیم دے (۵) اللہ والوں کے ساتھ زندگی بسر کرے (۶) خدا کے نافرمانوں اور بدکاروں سے اجتناب کرے۔ (۷) عبادت کا اہتمام کرے (۸) تسبیح کا اہتمام کرے (۹) خلاف شرع کوئی کام نہ کرے (۱۰) توبہ کا اہتمام کریں۔

مسلمان حکمران کیلئے دس آداب

(۱) تمام فیصلے تعلیمات خداوندی کے مطابق کرے (۲) بددیانت افراد کی طرفداری نہ کرے (۳) ہر وقت خدا سے مغفرت طلب کرے (۴) نماز کا اجتماعی اہتمام کرے (۵) زکوٰۃ کا اہتمام کرے (۶) اچھے کاموں کا حکم دے۔ (۷) اور برے کاموں سے منع کرے (۸) جہاد کیلئے لوگوں کو تربیت دے (۹) جہاد فی سبیل اللہ کا اہتمام کرے (۱۰) ہر وقت اپنے لئے اور اپنی رعیت کے لئے دعا کرے۔

وزراء کے لئے دس آداب

(۱) بے حیائی سے اجتناب کریں (۲) اپنی مسلمانی کا عملاً ثبوت پیش کریں (۳) استقلال واستقامت سے کام کریں (۴) لوگوں کے مال وکاموں کی حفاظت کریں۔ (۵) اپنے کاموں وتقاضوں سے آگاہ ہوں (۶) صبر وتحمل سے کام کریں۔ (۷) خوش اخلاقی وحسن سلوک سے پیش آیا کریں (۸) بڑوں کا احترام کریں۔ (۹) دعا کیا کریں (۱۰) اپنی موت کو ہمیشہ سامنے رکھیں

محدث اعظم حضرت علامہ مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

شاہ صاحب حضرت شیخ الہندؒ کے مایہ ناز شاگرد ہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ کی اسارت مالٹا کے دوران آپ دارالعلوم دیوبند میں شیخ الحدیث تھے آپ کے علوم اور بالخصوص علم حدیث کی مہارت آپ کے شاگردوں نے آپ کے تعارف کا حق ادا کیا ہے آپ کے محدث اعظم اور حضرت علامہ ہونے پر مصر کے مشہور عالم سید رشید رضا کی یہ سند بہت کافی ہے جو حضرت شاہ صاحب سے ملاقات کے بعد انہوں نے دی تھی۔ علامہ رشید رضا نے فرمایا تھا ”اگر میں دارالعلوم دیوبند کو نہ دیکھتا تو ہندوستان سے نہایت مایوس ہوکر واپس جاتا۔ اس دارالعلوم نے مجھ کو بتا دیا کہ ہندوستان میں ابھی علوم عربیہ اور دینی تعلیم اعلیٰ پیمانہ پر موجود ہے۔“

حضرت شاہ صاحب جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کے مستقل ممبر رہے اور جمعیۃ علماء ہند کے ایک اجلاس عام منعقدہ ۳ تا ۴ اکتوبر ۱۹۲۷ء بمقام پشاور کی آپ نے صدارت بھی فرمائی آپ کا خطبہ صدارت اسی وقت کے مسائل پر نہایت مبسوط ومدلل خطبہ ہے ”حب وطن“ کی شرعی حیثیت غیر ملکی حکومتوں سے تعلقات، دارالاسلام، دارالحرب، متحدہ قومیت وغیرہ جیسے عنوانات پر آپ نے سیر حاصل بحث فرمائی ہے متحدہ قومیت کے عنوان پر حضرت شیخ الہند کے بعد حضرت شاہ صاحب نے گفتگو فرمائی اور خطبہ صدارت میں اس کو اہمیت سے بیان فرمایا ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے اجلاس پشاور کے وقت مدارس اسلامیہ کے لئے جدید نصاب تعلیم مرتب کرنے کا مشورہ بھی دیا تھا چنانچہ اسی اجلاس میں ایک تعلیمی سب کمیٹی بنائی گئی جس میں حضرت شاہ صاحب، حضرت مفتی صاحب، مولانا حبیب الرحمن عثمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا ابوالمحاسن سید محمد سجاد بہاری، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی اور جناب ڈاکٹر سر محمد اقبال ممبر بنائے گئے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال صاحب نے اس اجلاس میں شرکت فرمائی تھی اور حضرت شاہ صاحب کا ۱۹۲۷ء میں اظہار خیال متحدہ قومیت پر بھی دیکھا سنا ہوگا اور جمعیۃ علماء ہند سے بھی ربط ہوگا لیکن دس گیارہ سال بعد وہ خود جانے کیوں بدل گئے۔

بہرحال حضرت شاہ صاحب سے اقبال صاحب کافی متاثر تھے حضرت شاہ صاحب اپنے خطبہ میں ”حب وطن“ کے زیر عنوان نہایت ہی اہم امور بیان فرماتے ہیں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ہندوستان جس طرح ہندوؤں کا وطن ہے اسی طرح مسلمانوں کا بھی وطن ہے۔ اس سے آگے جو کچھ تحریر فرمایا ہے ۱۹۲۷ء میں انہوں نے ابتدائی طور پر آجکل کے فرقہ پرستوں کو مکمل مدلل جواب دیا ہے حضرت شاہ صاحب کی بصیرت ومعاملہ فہمی کی جس قدر داد دی جائے کم ہے۔

حضرت شاہ صاحب جہاں علم حدیث کے امام تھے وہیں آپ ملکی مسائل میں بھی حصہ لیتے تھے جمعیۃ علماء ہند کے جلسوں میں شرکت زرعی کمیٹیوں کے تقرر اور ان میں مناسب لوگوں کی نامزدگی وغیرہ جیسے امور بھی ان کے سامنے رہتے تھے۔

اس وقت ایک نہایت ہی اہم فتنہ قادیانی فتنہ تھا حضرت شاہ صاحب نے اس کی سرکوبی کے لئے جس قدر جدوجہد فرمائی ہے وہ یقیناً جنت میں ان کے درجات عالیہ کی ضامن ہے گاندھی جی نے نمک سازی کی جب مشہور ستیہ گرہ شروع کی تھی تو حضرت شاہ صاحب نے ستیہ گرہ کی حمایت میں بیان دیا تھا۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب نے بھی نمک کی ستیہ گرہ کے ڈانڈی مارچ میں شرکت فرمائی تھی۔ اجلاس پشاور بصدارت حضرت شاہ صاحب میں سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کا فیصلہ بھی کیا گیا تھا۔ اس فیصلے کی اہمیت یہ تھی کہ جمعیۃ علماء ہند کے فیصلے کے بعد ہی آل انڈیا کانگریس اور دوسری جماعتوں نے بھی بائیکاٹ کا فیصلہ کیا تھا۔ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ حضرت شاہ صاحب کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔

حضرت شاہ صاحب کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کوئی جماعت ہندوستان کی طرف براہ کشمیر سفر کر رہی تھی وہ کسی طرح اپنی جماعت سے جدا ہو کر کشمیر میں مقیم ہوگئے تھے جن کی رحلت اب بمقام دیوبند ۲ صفر ۱۳۵۱ھ کو ہوئی ہے

انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت مولانا

مفتی احمد الرحمٰن صاحب

نور اللہ مرقدہ

شبِ آخر

تحریر: مولانا محمد اسلم شیخوپوری استاذ جامعہ بنوریہ کراچی

کہی جا سکتی ہے کہ مفتی صاحب کی زندگی کی آخری شب کو شبِ یتامیٰ اور شبِ مسکینان کے عنوان سے معنون کیا جائے گی اور واقعی یہ رات یتیموں کی رات تھی، جب ہزاروں فرزندانِ توحید اور تشنگانِ علم کے روحانی باپ حضرت مفتی احمد الرحمٰن رحمہ اللہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، مادی اور روحانی باپ کی وفات سے تو صرف بچے یتیم ہوتے ہیں، مگر اس میرِ کارواں کی رحلت سے سینکڑوں ادارے، انجمنیں، جماعتیں، افراد اور مدارس یتیم ہو گئے ہیں وہ ساقیٔ دلنواز چل بسا جس کے میکدے سے ہر کوئی جام بھر بھر کے پیتا تھا۔

؎ کوئی تو بات تھی ساقی کے میکدے میں ضرور
جو دور دور سے میخوار آ کے پیتے تھے
یہ فیضِ میکدہ دیکھو کہ چار ہی دن میں
ہم ایسے رند بھی پینا سکھا کے پیتے تھے

اسلامی جماعتیں انتشار اور خلفشار سے دوچار ہوتیں تو درد مفتی صاحب محسوس کرتے، کسی بھی اسلامی ادارے پر مشکل وقت آتا تو درد وہ محسوس کرتے، عالمِ اسلام پر کوئی آفت ٹوٹتی تو درد وہ محسوس کرتے، علماءِ حق میں سے کوئی بھی حکومتِ وقت یا حالات کے عتاب کا شکار ہوتا تو درد وہ محسوس کرتے تھے۔

؎ خنجر کسی پہ چلے تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

اور آج وہ سراپا درد انسان ہجر کا زخم دے کے اٹھ کر گیا ہے، تو ہر آنکھ اشکبار ہے تو ہر دل سوگوار ہے ہر پیشانی پر داغِ غم ہے اور ہر چہرے پر اداسی کی پرچھائیاں ہیں۔

؎ ویران ہے میکدہ، خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

۲۳ رجب المرجب کی شام کو جامعہ بنوریہ میں ختم مشکوٰۃ شریف کی تقریب تھی، جب سے یہاں درجہ سابعہ کا آغاز ہوا ہے ہر سال مشکوٰۃ شریف کی آخری دو حدیثیں پڑھانے کے لیے حضرت مفتی صاحب کو دعوت دی جاتی تھی، وہ انتہائی شفقت فرماتے اور اپنے علمی اور اصلاحی درس اور بیان سے حاضرین کو مستفید فرماتے، اس سال اس تقریب کا اہتمام بہت عجلت میں کیا گیا تھا، میں نے اربابِ اہتمام سے اس عجلت کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ مفتی صاحب نے فرمایا ہے کہ بعد میں میرے پاس وقت نہیں ہے مجھے کہیں اور جانا ہے۔

ہم جیسے کند ذہن یہی سمجھے کہ دیگر مشاغل کی وجہ سے مفتی صاحب کے پاس وقت نہیں ہوگا، اور ان کو ملک یا بیرونِ ملک یا کسی اور جگہ جانا ہوگا، مگر یہ کسے معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندے کی زبان سے آنے والے اندوہناک سانحے کی پیش گوئی کرا رہا ہے اور یہ کس کے تصور میں تھا کہ وہ ایک ایسے سفر پر روانہ ہونے والے ہیں جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔

نمازِ مغرب کے کچھ ہی دیر بعد حضرت مفتی صاحب اپنے رفقاء یعنی مولانا محمد جمیل خان، مولانا عبدالسمیع، مولوی ابوبکر کے ساتھ تشریف لے آئے یہ وہ نوجوان ساتھی ہیں جن کو سفر و حضر میں اکثر و بیشتر حضرت مفتی صاحب کی رفاقت میسر رہی ہے۔ اور انہیں حضرت کی خدمت کا موقع خوب ملا ہے۔ اور یہ نتیجہ تھا حضرت کی خورد نوازی، مروت، طبعی کشش، اور دعا کا کہ جس نے ایک دفعہ انہیں قریب سے دیکھ لیا، وہ ان کا گرویدہ ہو کر رہ گیا، اور جس کے ساتھ قلبی تعلق پیدا ہو گیا اسے زندگی بھر نبھایا، وہ احسان شناس اور حساس انسان تھے ان کے تلامذہ جس چیز کو خدمت کا نام دیتے تھے وہ اسے احسان سمجھ کر اس کا بدلہ چکانے کی کوشش فرماتے پھر ان کی محبت اور بے پایاں شفقت چھوٹوں کو بعض اوقات ایسا بے تکلف اور جری بنا دیتی تھی کہ دیکھنے والے کو تعجب ہوتا تھا، ان تین مذکورہ ساتھیوں کے علاوہ مولانا مزمل حسین، وسیم غزالی، مولوی شبیر احمد بھی آپ کے ساتھ تھے، جامعہ کے اساتذہ اور طلباء نے آپ کا پرتپاک استقبال کیا، کچھ دیر آپ دفتر میں تشریف فرما رہے۔ اس کے بعد ہال میں تشریف لے گئے جہاں طلباء، اساتذہ اور بیرونی مہمانوں کی ایک کثیر تعداد آپ کی منتظر تھی درجہ سابعہ کے طلباء اور بعض اساتذہ سفید پگڑیاں سر پر باندھے حلقہ بنا کر بیٹھے تھے اس حلقہ کے درمیان میں جلوہ افروز ہوئے، سر پر عمامہ تھا اور اس پر رومال ڈالا ہوا تھا، ہونٹوں پر ہلکا تبسم تھا اور چہرے پر ایمانی نور کی چمک تھی، عجب نورانی اور ملکوتی منظر تھا ابھی تک آنکھوں میں کھبا ہوا ہے۔

؎ وہی قیامت ہے قد و بالا، وہی ہے صورت، وہی سراپا
لبوں کو جنبش، نگہ کو لرزش کھڑے ہیں اور مسکرا رہے ہیں
وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں، یہ آ رہے ہیں وہ جا رہے ہیں

طالبِ علم نے پہلے یہ حدیث پڑھی۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تجاوز عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرھوا علیہ رواہ ابن ماجہ والبیہقی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے درگزر فرمایا ہے خطا اور نسیان کو اور ایسے کام کو جس پر انہیں مجبور کیا گیا ہو۔

مفتی صاحب نے ترجمہ کرنے کے بعد فرمایا، اس حدیث

کا مطلب یہ ہے کہ خاطی اور مکرہ اور بھولنے والے کو گناہ نہیں ہوگا، یہ مطلب نہیں کہ ان پر کوئی حکم ہی مرتب نہیں ہوگا، کیونکہ قتل خطاً اور قتل بالارادہ کرنے پر شریعت کا حکم مرتب ہوتا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص اگر کسی کا مال بھول کر بھی تلف کردے تو اس پر تاوان لازم ہوجاتا ہے، ہاں البتہ کسی نے روزے کی نیت میں بھول کر کھالیا یا ذبیحہ پر تسمیہ پڑھنا بھول گیا تو یہ معاف ہے اس سے نہ تو روزہ فاسد ہوگا اور نہ جانور کا گوشت حرام ہوگا، پھر فرمایا کہ صاحب مشکوٰۃ اس حدیث کو کتاب کے خاتمہ میں لاکر اس طرف بھی اشارہ کرناچاہتے ہیں کہ اگر اس کتاب میں مجھ سے خطا یا نسیان ہوگیا ہو تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے کیونکہ اس نے اس امت کی ایسی غلطیوں سے درگذر کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جو بلا قصد وارادہ اور بھول کر ہوجاتیں، یوں تو مفتی صاحب نے یہ نکتہ صاحب مشکوٰۃ کے لئے بیان فرمایا تھا لیکن کیا ہم یہ نکتہ مفتی صاحب پر منطبق نہیں کرسکتے، کہ کتاب زندگی کے اختتام پر اس رحیم وکریم آقا نے جو بخشش کے بہانے تلاش کرتا ہے ان کی زبان سے اپنے سچے نبی کی یہ بات کہلوا کر یہ بشارت سنادی کہ میرے اس بندے سے اگر خطاء ونسیان کا ارتکاب ہوا ہے تو میں نے معاف فرمادیا اور ممکن ہے کہ وہ خود اس نکتے کے ضمن میں اپنے بارے میں التجا کررہے ہوں کہ میرے اللہ مجھ سے زندگی کے سفر میں خطأ ونسیان کا جو بھی صدور ہوا ہے وہ معاف فرمادے، کیونکہ تیرا وعدہ بھی یہی ہے میری اس نکتہ آفرینی اور انطباق کو تعاطی اور مبالغہ آرائی نہ سمجھا جائے، کیونکہ اہل اللہ کے حالات اور سوانح کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ان کی زندگی کی شام ہونے لگتی ہے تو وہ بہت حساس ہوجاتے ہیں اور موت کی آہٹ بہت پہلے محسوس کرلیتے ہیں پھر ان کی زبان پر کچھ ایسے اشارے کچھ ایسی باتیں بے ساختہ آجاتی ہیں جن سے آنے والے حالات کی تصویر واضح ہوجاتی ہے ان اشاروں اور باتوں کو ہم مبشرات بھی کہہ سکتے ہیں۔

طالب علم نے دوسری حدیث پڑھی۔

وعن بهز بن حكيم عن ابيه عن جده
انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم
يقول فى قوله تعالىٰ كنتم خير امة اخرجت
للناس قال انتم تتمون سبعين امة انتم
خيرها واكرمها على الله تعالىٰ رواه الترمذى
وابن ماجة والدارمى وقال الترمذى هذا
حديث احسن۔

بہز بن حکیم اپنے ابا سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس قول "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" کے بارے میں فرماتے تھے کہ تم ستر امتوں کی تکمیل اور ان کا اختتام کرنے والے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم ان سب سے بہتر اور معزز ہو۔

سلیس ترجمہ کرنے کے بعد حضرت صاحب نے پہلی بات تو سند کی ضمیروں کے بارے میں فرمائی کہ "ابیہ اور جدہ" کی ضمیریں بہز کی طرف راجع ہیں اور فرمایا کہ ایک دو مقامات کے علاوہ اکثر جگہ "ابیہ وجدہ" کا مرجع ایک ہی ہے۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اس حدیث سے علماء کی فضیلت بھی سمجھ میں آتی ہے کیونکہ اس امت کے خیر الامم ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتائی ہے کہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر علم کے بغیر نہیں ہوسکتا، اور فرمایا کہ علماء کی فضیلت صرف قرآنی آیات ہی سے نہیں بلکہ احادیث سے بھی سمجھ میں آتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ اور فرمایا کہ ایک عالم شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم شیطان کی چالوں کو سمجھ جاتا ہے اور ان سے بچنے کی تدبیر اختیار کرلیتا ہے جبکہ جاہل صوفی بسا اوقات شیطان کے چکر میں آجاتا ہے جسے وہ اپنے خیال میں بڑا اچھا کام سمجھتا ہے حالانکہ وہ شیطانی کام ہوتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب کی یہ عادت تھی کہ وہ طلباً اور حاضرین کی ذہنی سطح کو سامنے رکھ کر تفہیم کے لئے حکایات وواقعات بھی سنایا کرتے تھے اور اکثر واقعات علماء دیوبند کے تقوی وطہارت اور سیرت وکردار سے متعلق ہوتے تھے یا پھر وہ لطائف جو حضرت تھانوی یا دوسرے بزرگوں نے اپنے مواعظ میں بیان فرمائے ہیں چنانچہ اس موقعہ پر بھی ایک جاہل صوفی کا واقعہ سنایا۔ اس نے کچھ غلاظت خشک کرکے ایک پوٹلی میں باندھ کر اپنی جیب میں ڈال رکھی تھی۔ اسے جب بھی اپنے نفس میں عجب اور تکبر محسوس ہوتا وہ فوراً غلاظت کی پوٹلی کھول کر اپنے نفس کو ملامت کرنے لگتا کہ یہ تو تیری حقیقت ہے کہ نفیس اور عمدہ کھانے کھاتا ہے، اور بدبودار کرکے خارج کرتا ہے پھر بھی اتراتا ہے،،

یہ جاہل صوفی اسی حالت میں نمازیں بھی پڑھتا رہا اور ذکر وتلاوت بھی کرتا رہا، اس کا ایک مرید تھا جس نے چھوٹی موٹی کتابیں پڑھ رکھی تھیں اسے جب پتہ چلا کہ ہمارے پیر صاحب اس طریقے سے اپنے نفس کی اصلاح کررہے ہیں تو اس نے اپنے پیر صاحب کو بتایا کہ حضرت جب کپڑوں کے ساتھ یا جیب میں نجاست ہو تو نماز ہی نہیں ہوتی، کیونکہ طہارت نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے، تب اس جاہل صوفی کو معلوم ہوا کہ اس نے کتنی نمازیں برباد کردی ہیں۔

یہ واقعہ سنانے کے بعد حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ کتاب کے اختتام پر اس حدیث کو لانے میں یہ نکتہ ہے کہ اس میں خاتم الامم کا تذکرہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر تمام امتوں کا خاتمہ ہوگیا اور اس حدیث پر مشکوٰۃ کا اختتام ہورہا ہے، پھر اس حدیث کا آخری لفظ ہے "اللہ تعالیٰ" اس سے بابرکت خاتمہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جس کام کی ابتداء بھی اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام سے ہو اور جس کا اختتام بھی اس مقدس نام پر ہو اس کے بابرکت ہونے میں شبہ ہی کیا ہے اس کے علاوہ صاحب مشکوٰۃ نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا "ھذا حدیث حسن" کتاب کا آخری لفظ "حسن" لاکر بھی حسن خاتمہ کی طرف اشارہ فرمادیا۔

قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب کی زبان پر بار بار اختتام اور حسن خاتمہ کا تذکرہ رہا۔ مجھے یہ بات ماننے میں قطعاً تامل نہیں کہ کتاب میں یہ نکات بیان کئے جاسکتے ہیں لیکن یہ بھی تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ حقیقت میں اپنے حسن تمنا اور آرزو کا اظہار تھا اور یہ آپ کی دلی خواہش تھی کہ جب میرے سفر آخرت کا آغاز اور حیات دنیوی کا اختتام ہو تو میری زبان پر اللہ کا برکت اور مقدس نام ہو اور زمانہ گواہ ہے کہ اللہ نے اپنے مخلص بندے کی آرزو کو پورا کردیا۔ حسن خاتمہ کی اس سے بڑی دلیل کیا ہوسکتی ہے کہ ان کی زندگی کی آخری شب تعلیم وتعلم وعظ اور تلقین، عبادات اور توبہ واستغفار،

اور خدا کے سامنے گریہ و بکا میں گذری۔

وقت شاہد ہے کہ ان کی ساری زندگی قال اللہ و قال الرسول میں گذری اور جب ان کی حیات دنیوی کا سورج لب بام تھا تب بھی ان کی زبان پر یہی مقدس آواز تھی، اگر غور کیا جائے تو یہی بڑی سعادت ہے ورنہ دور مادیت میں کتنے لوگ ہیں جن کا ایمان پر خاتمہ ہوتا ہے۔

نشتر میڈیکل کالج ملتان کے پروفیسر ڈاکٹر نور محمد صاحب نے ایک کتابچہ لکھا ہے جس میں بتایا ہے کہ بطور ڈاکٹر میں نے تقریباً ایک سو مسلمانوں کو اپنے سامنے مرتے دیکھا اور میں اس جستجو میں رہا کہ مرنے والے کے آخری الفاظ کیا ہیں۔ سو مسلمانوں میں سے صرف تین کو آخری وقت کلمہ نصیب ہوا۔ ان کے علاوہ باقی تمام دنیا کی باتیں کرتے ہوئے چلے گئے مثلاً کسی نے ملک شیک مانگا کوئی گانے گا رہا تھا، کوئی فلمی کرداروں کا نام بار بار لے رہا تھا تو کوئی ریڈرز ڈائجسٹ مانگ رہا تھا اور کوئی شغف اور زمینداری کے معاملات کا ذکر کر رہا تھا ایک مریض جو میرے وارڈ میں تھا اس کا مرض یکدم شدید ہو گیا، میں نے دیکھنے کے بعد نرس کو ٹیکہ لگانے کے لئے کہا جب نرس نے ٹیکہ لگایا تو اس نے بہت گندی گالی دی اور تھوڑی دیر بعد مر گیا، تحقیق پر معلوم ہوا کہ گالی دینا اس کا تکیہ کلام تھا جب بھی کسی سے مخاطب ہوتا تو گالی دے کر بلایا کرتا تھا عادت کی وجہ سے آخری وقت میں یہ چیز نصیب ہوئی۔

لیکن چونکہ ہمارے محبوب و محترم حضرت مفتی صاحب کی ساری زندگی کا مشغلہ کتاب و سنت کی تدریس تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آخری وقت بھی اسی مقدس شغل میں مشغول رکھا، آخری دو حدیثوں کے درس کے بعد حضرت نے اپنے دست مبارک سے ان طلباءؑ میں انعامات تقسیم فرما دیئے جنہوں نے ششماہی امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی تھی، اس کے علاوہ ان اساتذہ کو بھی انعامات دیئے جنہوں نے پورے سال کسی قسم کی چھٹی نہیں کی تھی۔

اس سارے پروگرام کے درمیان حضرت کے چہرے پر بشاشت تھی وہ جب ہاتھ اٹھاتے یا اپنے مخصوص انداز میں لاتے تھے تو خاص قسم کی کشش محسوس ہوتی تھی اور کسی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ ہاتھ جو ساری زندگی جود و سخا کیلئے اٹھتے رہے ہیں اور جن کو "ید علیا" ہونے کا شرف حاصل ہے آج کے بعد پھر کبھی نہیں اٹھیں گے، آخر میں آپ نے یہ ہاتھ بارگاہ ایزدی میں اٹھا دیئے۔ گویا ساری زندگی جس ذات اقدس سے مانگتے رہے، آج بھی اس نے اپنے سے مانگنے کی توفیق ارزانی فرمائی، آپ کی دعا ہمیشہ تضرع اور عاجزی کے ساتھ ہوتی تھی، لیکن آج کی دعامیں جو الحاح و زاری اور سوز و دلگداز تھا اس کی کیفیت ہی کچھ اور تھی۔

اور عجیب بات یہ تھی کہ دعا میں آپ نے حسن خاتمہ کی درخواست کی اس کے علاوہ صغیرہ کبیرہ گناہوں سے استغفار، اخلاص نیت، مدرسہ کی ترقی اور اس کے معاونین کے مال و جان میں برکت کی دعا فرمائی، جب وہ خلیج کے مظلوم مسلمانوں کی نصرت اور اعانت کی دعا کرنے لگے، تو آواز شدت گریہ سے رندھ گئی، آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، آپ بار بار فرما رہے تھے، اے اللہ کافروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دے، اے اللہ امریکہ اور اسرائیل کو نیست و نابود کر دے، اے اللہ فرانس اور برطانیہ کو ذلیل اور رسوا فرما۔

آپ جب یہ دعا فرما رہے تھے تو اس وقت پورے مجمع پر سناٹا طاری تھا اور مفتی صاحب کا درد دل سب اپنے سینے میں محسوس کر رہے تھے۔

دعا کے بعد آپ مسجد ہی میں تشریف فرما رہے اور اذان کے بعد دو رکعت ادا فرمائیں، راقم اثیم کے دل میں نہ جانے کیسے خیال آیا کہ حصول برکت کے لئے حضرت کے ساتھ جڑ کر بیٹھ گیا، حالانکہ اس سے پیشتر یہ جرأت نہ ہوتی تھی، مفتی صاحب سے امامت کے لئے درخواست کی گئی مگر آپ نے منع فرما دیا اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ مولوی جمیل صاحب سے کہیں کہ وہ نماز پڑھائیں چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل کی اور نماز پڑھائی، فرض نماز کے بعد بہت ہی اطمینان اور خشوع و خضوع کے ساتھ بقیہ نماز ادا کی اور اس کے بعد مسجد کے اوپر والے حصے میں کھانے کے لئے تشریف لے گئے۔

کھانے کے دوران وہ ہلکی پھلکی گفتگو فرماتے رہے، خلیجی جنگ کا تذکرہ چھڑ گیا آپ امریکہ اور دوسری سامراجی طاقتوں کی مذمت میں بہت کچھ ارشاد فرماتے رہے راقم نے مزاحاً عرض کیا حضرت ہمارے مہتمم صاحب (مولانا محمد نعیم صاحب) کے خیالات تو کچھ اور ہیں، آپ نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا، کیوں میاں! یہ کوئی عراق اور سعودیہ کی جنگ تھوڑی ہے بلکہ یہ تو عراق اور امریکہ کی جنگ ہے۔ امریکہ نے تہیہ کر لیا ہے کہ عراق کو ختم کر دیا جائے، تاکہ اسرائیل کو مکمل تحفظ مل سکے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عراق کے بعد پاکستان کی باری ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے خود بہت تھوڑا کھایا البتہ دوسرے ساتھیوں کو خوب کھلایا، کھانے سے فارغ ہو کر آپ سیدھے دفتر میں تشریف لے گئے جہاں آپ نے بوتل نوش فرمائی، اتفاق سے یہاں خلیج کی جنگ زیر بحث آ گئی، مفتی صاحب نے اس بارے میں اپنا نقطۂ نظر بیان فرمایا، آپ نے فرمایا!

کہ بیچارے سعودی حکمران تو یرغمالی بنے ہوئے ہیں ٹائم میگزین میں یہ بات آ چکی ہے کہ پہلے امریکی فوجیں سعودی سرزمین پر اتر گئیں اس کے بعد انہوں نے فہد سے اپنے آنے کے اجازت نامے پر دستخط کروائے،

حقیقت میں مفتی صاحب خلیجی جنگ سے بہت دل شکستہ اور مغموم تھے اور بار بار اسی کا تذکرہ ان کی زبان پر آ جاتا تھا، راقم کا یہ ذاتی احساس ہے کہ خلیج میں خون مسلم کی ارزانی پر ان کو جو دکھ تھا یہی دکھ درد دل بن کر ان کے ارتحال کا ظاہری سبب بن گیا، اور اس دعوٰی کو کچھ مبالغہ آمیز مت سمجھئے، اس لئے کہ اگر ہمارے ہاں ایسے لوگ ہیں جن کو کرکٹ میچ میں پاکستان کی شکست کی خبر سن کر ہارٹ اٹیک ہو جاتا ہے اور وہ دنیا سے چل بستے ہیں تو حضرت مفتی صاحب تو عالم اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں زیادہ حساس اور رقیق القلب تھے، راقم حقیر نے اپنی نئی مطبوعہ کتاب "خزینہ" بطور ہدیہ پیش کی جس پر آپ نے اظہار مسرت فرمایا، تقریباً ساڑھے نو بجے شب یہ مجلس اختتام کو پہنچی ہم ایسے ناقصوں کو الوداعی مصافحہ کی سعادت حاصل ہوئی اور آپ اپنے خدام کے ساتھ واپس تشریف لے گئے واپسی پر آپ کے عزیز مولانا عبدالعزیز آپ کے منتظر تھے، حضرت نے مٹھائی کا وہ ڈبہ جو درجہ سابعہ کے طلباء نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا وہ مولانا عبدالرؤف صاحب کے سامنے یہ کہہ کر رکھ دیا کہ میں تو مٹھائی کھاتا نہیں ہوں آپ شوق فرمائیں۔

مولانا عبداللہ صاحب (اسلام آباد والے) مہران ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے ان سے مفتی صاحب نے ٹیلیفون پر بات فرمائی اور صبح کے ناشتہ کی دعوت دی، مفتی صاحب کے انتقال کی خبر سن کر وہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ تشریف لائے اور حضرت کی پیشانی پر بوسہ دے کر فرمایا اب انشاء اللہ، جنت ہی میں

آپ کے ساتھ ناشتہ کریں کریں گے آپ کے داماد مولوی سجاد صاحب بتلاتے ہیں کہ رات ساڑھے گیارہ بجے میری آپ سے ملاقات ہوئی۔

اس وقت آپ بیٹھے ہوئے کتاب کا مطالعہ فرما رہے تھے، بعد میں پتہ چلا کہ یہ کتاب وہی ہے جو عزیز جو راقم نے پیش کی تھی) اس کے بعد آپ سو گئے۔ رات کو تقریباً ایک بجے آپ نے اہلیہ کو جگا کر بتایا کہ میرا گلا خشک ہو رہا ہے، انہوں نے شہد پیش کیا مگر افاقہ نہ ہوا، دوبارہ اور سہ بارہ شہد پیش کیا آپ نے نوش فرمایا مگر تکلیف میں تخفیف نہ ہوئی، بلکہ اس میں اضافہ ہوتا گیا، یہاں تک کہ آپ تکلیف کی شدت سے بے چین ہو کر کمرے میں ٹہلنے لگے، اہلیہ نے صاحبزادہ مولوی عزیز الرحمٰن کو جگایا وہ آپ کے خادم مولوی ابوبکر کو بلا کر لے آئے، آپ نے سینہ پر ہاتھ رکھا ہوا تھا اور بار بار فرما رہے تھے پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے انہوں نے جلدی سے ایمبولینس منگوالی، آپ کو اسٹریچر پر لیٹنے کے لئے کہا گیا آپ اس پر آمادہ نہیں تھے بڑی مشکل سے ان کو راضی کیا گیا، راستے میں طبیعت اور بگڑ گئی گیس لگا دی گئی، بات چیت کا سلسلہ منقطع ہو گیا جناح ہسپتال پہنچتے پہنچتے معاملہ مزید بگڑ چکا تھا مولانا محمد جمیل صاحب بھی پہنچ چکے تھے، تکلیف بڑھتی ہی جا رہی تھی آپ بے چینی سے کروٹیں بدلتے تھے، آپ کے منہ سے کراہنے کے ساتھ ساتھ "اللہ اللہ" کی ہلکی سی آوازیں آ رہی تھیں مولوی جمیل صاحب نے حال پوچھا تو نفی کے سے انداز میں ہاتھ ہلا دیا، انہوں نے ڈاکٹر اسد کو بھی بلایا، انہوں نے بیٹری سے حرکت قلب جاری کرنے کی کوشش کی مگر اس وقت تک روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی اور آپ عالم آخرت کا سفر شروع فرما چکے تھے اب مولانا حبیب اللہ صاحب کو بھی اطلاع کر دی گئی اور پھر تو یوں ہوا کہ گویا جنگل میں آگ لگ گئی۔

ابھی جام عمر بھرا نہ تھا کف دست ساقی چھلک پڑا
رہی دل کی دل میں حسرتیں کہ نشان قضا نے مٹا دیا

چودھویں رجب کو تہجد کا بابرکت وقت تھا جب فرشتوں کے جلو میں آپ کی روح مشرف بعالم ہو رہی تھی لیکن عقل

باقی صفحہ ۲۲ پر

حاصلِ مطالعہ

انتخاب: حافظ خلیل احمد قیصو، کروڑ لعل عیسن

اللہ والوں کے علم و حکمت سے بھرپور نصیحت اور دوسرے عبرت انگیز واقعات

حضرت مولانا عبدالماجد صاحبؒ کا واقعہ

حضرت مولانا عبدالماجد صاحبؒ دریابادی ابتداءً بالکل ملحد اور دہریہ تھے۔ نہ دین کو مانتا نہ خدا کے وجود کو مانتا۔ بالکل آزاد تھے۔ سید اکبر حسین جج الہ آبادی جن کا لقب لسان العصر ہے اور واقعی وہ لسان العصر تھے انھوں نے ظرافت کے انداز میں اس قدر حکمت کی باتیں کہی ہیں کہ آدمی کو واقعی ہدایت ہو جاتی ہے۔ ان کا کلام حکمت آمیز ہوتا ہے تو مولانا عبدالماجد صاحب کے سید اکبر حسین صاحب سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ اکبر نے دیکھا کہ اس نوجوان کے اندر صلاحیت ہے مگر وہ غلط جگہ پر جاری ہے۔

انھوں نے مولانا سے کہا کہ تم نے کبھی قرآن شریف بھی پڑھا ہے۔ مولانا نے کہا کہ معاذ اللہ لاحول ولا قوۃ آپ نے کس کتاب کا نام لیا جس میں پرانے قصے ہیں یہ زمانہ روشنی کا ہے۔ سید اکبر حسین صاحب نے کہا کہ یہ میرا مطلب نہیں بلکہ ادب کی حیثیت سے دیکھو انشاء اور ادب کی حیثیت سے پڑھو تو تم کو ادبی قوت معلوم ہوگی۔ اس کو چھوڑ دو کہ اس میں کیا لکھا ہے کیا ہدایت ہے۔ تم اسالیب بیان پر غور کرو کہ کتنے ہی نفسیات کو کھولا ہے۔

چونکہ یہ مولانا کا موضوع تھا۔ اس لئے یہ بات ان کی سمجھ میں آ گئی۔ وہ خود کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن اس طرح سے قرآن شریف پڑھا۔ سوٹ بوٹ چڑھا ہوا تھا اور آرام دہ کرسی پر لیٹا ہوا۔ پیر پھیلا کر حمائل شریف مثل ناول کے کہانی کے لئے ہوئے مطالعہ کر رہا تھا۔ وضو کا سوال ہی نہیں پوری سورۃ فاتحہ دیکھی، اس کے بعد سورۃ بقرہ پڑھنی شروع کی تو دو تین رکوع کے بعد پیر کو سکوڑ لیا اور سنجیدہ ہو کر بیٹھا شروع کیا کہ اس میں تو بڑی حکمت کی باتیں ہیں اور نفسیات کے پہلو کھولے گئے۔ یہاں تک کہ انھوں نے پورا پارہ پڑھ لیا اور ان کے دل میں یہ چیز جم گئی کہ جس کو ہم حکمت کہتے ہیں وہ حکمت نہیں ہے بلکہ حکمت یہ ہے جو اس کتاب میں ہے پھر کتنی فطری باتیں بیان کی گئی ہیں۔

پھر جا کر سید اکبر حسین جج سے بیان کیا کہ شروع میں ہم نے اس طرح پڑھا مگر معلوم ہوا کہ اس میں بڑے کام کی باتیں ہیں تو سید اکبر حسین نے کہا کہ اگر تم باوضو اور متوجہ ہو کر دیکھو تو اور باتیں کھلیں گی۔

چنانچہ اب انھوں نے باوضو دیکھنا شروع کیا پھر چند پارے پڑھنے کے بعد ان کے دل میں یہ بات جم گئی کہ یہ کلام حکیمانہ ہے اور جتنی باتیں ہیں وہ نہایت سچی اور حق کی باتیں ہیں۔ نہ اس میں تعصب ہے نہ اس میں جانب داری ہے۔ اب ان کے دل میں کچھ سوالات پیدا ہونے شروع ہوئے تو سید اکبر حسین کے پاس آئے کہ مجھے یہ یہ شبہات ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں تو اس کا جواب نہیں دے سکتا البتہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے رجوع کرو۔ وہ تمہارے اشکالات کو حل کریں گے تو انھوں نے بہت سے سوالات لکھ کر حضرت کی خدمت میں بھیجے۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ یہ لمبی چوڑی باتیں ہیں۔ یہ خط و کتابت سے طے نہیں ہو سکتی ہیں اگر کبھی ادھر آنے کا موقعہ ہو تو ہم سے ملاقات کر لینا۔ زبانی باتیں مراسلت کی نسبت زیادہ نفع بخش ہوں گی اور مجھے اتنی فرصت بھی نہیں کہ اتنا لمبا جواب لکھوں۔

چنانچہ ایک دن مولانا عبدالماجد صاحب پہنچ گئے حضرت نے فرمایا کہ کتنے دن قیام رہے گا۔ انھوں نے کہا تین دن۔ فرمایا کہ میری مجلس میں بیٹھو مگر بولنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ وہ بیٹھ گئے۔ حضرت کی مجلس میں علمی باتیں اور

علمی مذاکرات ہوتے رہے اور ان کے دل پر اثر ہونا شروع ہوا، اور بیسیوں اشکالات خود بخود حل ہو گئے۔ اس تقریر سے بہت متاثر کر وہ گھر گئے۔ اس کے بعد سید اکبر حسین نے کہا کہ اگر تم ان سے وابستہ ہو جاؤ تو کچھ اور کیفیت پیدا ہو جائیگی۔ چنانچہ مولانا عبدالماجد صاحب اور مولانا عبدالباری صاحب ندوی دیوبند تشریف لائے اور مولانا مدنیؒ سے بیعت کی درخواست کی تو مولانا نے فرمایا کہ جب جماعت کے سب سے بڑے بزرگ موجود ہیں تو تم یہاں کیوں آئے حضرت تھانویؒ کے پاس کیوں نہیں گئے۔

ان حضرات نے کہا کہ وہاں کے قواعد وضوابط بڑے سخت ہیں۔ شاید ہم برداشت نہ کر سکیں۔ حضرت نے فرمایا کہ کیسے قواعد وضوابط مولانا مدنیؒ ان حضرات کو خود لے کر تھانہ بھون گئے۔ حضرت حکیم الاسلام مدظلہ العالی نے فرمایا کہ میں خود اس سفر میں موجود تھا۔ پھر فرمایا کہ حضرت تھانویؒ کے یہاں صبح کو چار گھنٹے کی مجلس ہوتی تھی۔ اس میں مخصوص حضرات شامل ہوتے تھے۔ اس مجلس میں ہم لوگ گئے تو حضرت تھانویؒ نے اس مجلس میں بہت علوم بیان فرمائے۔ ان کا دل بالکل وابستہ ہو گیا۔ جب مجلس ختم ہو گئی تو مولانا مدنیؒ نے فرمایا کہ حضرت میں ان کو لے کر حاضر ہوا ہوں۔ بیعت فرمالیں۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ نے خود کیوں بیعت نہ کر لی تو حضرت مدنیؒ اپنی عادت کے مطابق فرمانے لگے کہ حضرت میں ناکارہ ہوں، نااہل ہوں کسی کام کا نہیں ہوں، بہت نکما ہوں، وغیرہ وغیرہ۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ دیکھئے میں نہ کوئی متکبر ہوں نہ متواضع۔ ایک سادہ سا آدمی ہوں۔ نہ آپ اتنے نالائق ہیں کہ ان کی خدمت نہ کر سکیں اور نہ میں اتنا نالائق ہوں کہ ان کی خدمت نہ کر سکوں لیکن فائدہ آپ سے پہنچے گا کیونکہ ماشاءاللہ آپ بھی خادم قوم ہیں اور یہ بھی خادم قوم ہیں تو پیر مرید میں توافق ہو جائے گا تو آپ لوگ خادم قوم ہیں اور میں نادم قوم تو یہ میرے ساتھ وابستہ نہ ہونگے اور ان کو فائدہ بھی نہ ہوگا۔ فائدہ آپ سے پہنچے گا۔ جب تک پیر مرید میں طبائع کا توافق نہ ہو افادہ اور استفادہ نہیں ہوتا۔ حضرت مولانا مدنیؒ نے پھر وہی فرمایا کہ حضرت میں ناکارہ ہوں وغیرہ وغیرہ

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ اب میں متعین بات کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ بیعت تو آپ کر لیں اور تلقین ہمارے ذمہ کر دیں پھر حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ حضرت میں اس لائق نہیں تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ اب میں امر کرتا ہوں تو حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ جب آپ حکم فرماتے ہیں تو میں حکم کی تعمیل کروں گا اور ان کو الگ لے جا کر بیعت فرمایا۔ اور تعلیم سپرد کر دی۔

حضرت تھانویؒ کو پھر وہ لوگ ادھر اتنے متوجہ ہوئے کہ پیر کو بھول گئے، پھر یہ کیفیت تھی کہ جتنی دیر حضرت تھانوی کی خدمت میں بیٹھتے آنکھوں سے آنسو جاری رہتے اور ان کے قلب کی عجیب کیفیت ہوتی۔ اس مجلس سے فارغ ہو کر گھر تشریف لے گئے تو مولانا عبدالماجد صاحب نے حضرت تھانویؒ کو خط لکھا کہ میں تو آپکے کشف کا قائل ہو گیا۔ اس لئے کہ جتنے سوالات ذہن میں لے کر گیا تھا، آپ کی مجلس میں انہیں کے جواب میں آپکی تقریریں ہوئیں میں آپ کے کشف کا قائل ہو گیا۔

حضرت تھانویؒ نے اس کے جواب میں لکھا کہ بھائی مجھے کبھی کشف نہیں ہوا اور نہ میرے اندر کشف کی صلاحیت ہے، اس لئے کہ کشف سادہ طبیعت میں زیادہ ہوتا ہے۔ اور میں متحرک ہوں اور جس کی طبیعت میں فکر رہتی ہے اس کے اندر یکسوئی نہیں رہتی جو کشف کے لئے ضروری ہے تو مجھے نہ کبھی کشف ہوا ہے اور نہ آئندہ ہو سکتا ہے۔ یہ تو آپکا حسن ظن ہے۔ اس پر انہوں نے یہ لکھا کہ اب تو میں اور زیادہ قائل ہو گیا۔ اس لیے صاحب کشف یہ تھوڑے ہی کہا کرتا ہے کہ مجھ کو کشف ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ صاحب کشف ضرور ہیں تو حضرت تھانویؒ نے پھر لکھا کہ اگر آپ کے ذہنی سوالات کے جواب میری زبان پر آئے تو اس کا تعلق کشف سے نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اسے فراست کہیں گے کہ آپکے دل میں سوال تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا جواب میری زبان سے ادا کرا دیا۔ اس کو فراست ایمانی کہیں گے کشف نہیں کہیں گے تو مولانا عبدالماجد صاحب نے لکھا کہ اگر اس کو فراست مانا جائے تو ایک دو بات میں ہوں۔ میں تو چالیس سوال لے کر گیا تھا۔ سب کے سب فراست میں کیسے آ گئے۔ یہ امر اتفاقی نہیں ہے کشف ہے۔

تو حضرت تھانویؒ نے پھر جواب میں لکھا کہ مجھے تو کشف ہوتا نہیں لیکن جب تم میرے کشف کے قائل ہو تو مجھے بھی انکار کی ضرورت نہیں، ہوتا ہوگا۔

اس کے بعد یہ لکھا کہ کشف کمالات مقصودہ میں سے نہیں اگر آدمی دعویٰ بھی کرے کہ مجھے کشف ہوتا ہے تو وہ متکبر نہیں کہلائے گا، اس لئے کہ کشف مقصود نہیں جیسے کوئی شخص یوں کہے کہ الحمدللہ میری آنکھیں ہیں اس سے دیکھتا ہوں۔ اسے کوئی فخر وغرور نہیں کہے گا تو کشف ایک باطنی آنکھ ہے اگر کسی کو ہو جائے تو یہی کہیں گے کہ باطنی آنکھ کھل گئی اور وہ مقصود کمال نہیں۔

اگر میں دعویٰ بھی کروں کہ مجھے کشف ہوتا ہے تو وہ کبر میں داخل نہ ہوگا۔ لہٰذا جب آپ نہیں مانتے تو میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ ضرور کشف ہوتا ہوگا اور میری آپ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص دکان پر جائے اور کوئی چیز خریدے اور دکاندار وہ چیز سامنے رکھ کر یوں کہے کہ یہ چیز ہے اس کے اندر فلاں فلاں عیب ہیں اگر عیب نہ ہوتا تو میں آپ کو دس روپیہ پر دیتا لیکن عیب کی وجہ سے صرف چھ روپے پر دے رہا ہوں۔ گاہک کہنے لگے کہ یہ تو آپ کے کہنے کی بات ہے۔ یہ تو بارہ روپیہ کی ہے، مگر دوکاندار کہہ رہا ہے کہ یہ کم قیمت کی ہے۔ اس میں عیب ہیں مگر گاہک نہیں مانتا تو دکاندار کہتا ہے کہ بھائی تم بارہ روپیہ میں خرید لو، جب نہیں مانتے تو ہمارا کیا نقصان اس میں تو ہمارا فائدہ ہی ہے تو یہی مثال ہے کہ میں تو انکار کرتا ہوں کہ مجھے کشف نہیں ہوتا لیکن آپ نہیں مانتے تو اب میں بھی کہتا ہوں کہ ہوتا ہوگا پھر اتنے متوجہ ہوئے کہ حضرت مدنیؒ نے جو اپنی سوانح حیات لکھی ہے اس پر سخت تنقید کی ہے، جیسے کوئی عوام الناس کو ڈانٹا کرتا ہے کہ یہ بھی غلط، یہ بھی غلط پھر بہہ تن حضرت تھانویؒ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

ایک مرتبہ مولانا عبدالماجد صاحب اور مولانا عبدالباری صاحب ندوی کا خط پہنچا، اس وقت مولانا عبدالباری صاحب حیدر آباد جامعہ عثمانیہ میں پروفیسر تھے۔ دو ڈھائی مہینہ کی چھٹی ہوئی تو انھوں

باقی صـ۲۳ پر

ٹیپو سلطان اور اس کے مجاہدانہ کارنامے ایک تاریخی حقیقت ہیں

ٹیپو سلطان

ترکش کا آخری تیر

تحریر: مجاہد حسین

معاہدہ کی پابندی کرتے ہوئے سلطان نے اپنے دو شہزادے انگریزوں کے حوالے کر دیئے مگر بددیانت کارنوالس (گورنر جنرل) نے بدعہدی کی اور سلطان سے مطالبہ کیا کہ کورگ کے علاقے سے دست بردار ہو جائے ورنہ وہ معاہدے پر دستخط نہیں کریگا شکست خوردہ سلطان کو ناچار یہ شرط بھی منظور کرنا پڑی۔

بظاہر انگریزوں نے صلح کر لی لیکن در پردہ وہ سلطان کے خلاف تیاریوں میں مصروف رہے وہ اس حقیقت سے باخبر ہو چکے تھے کہ جب تک ٹیپو زندہ اور اس کی ریاست موجود ہے۔ انگریزی حکومت کی بنیادیں برصغیر میں مستحکم نہیں ہو سکتیں۔

دوسری طرف سلطان بھی سرزمین ہند کو فرنگیوں کے وجود سے پاک کر دینے پر تلا ہوا تھا چنانچہ اس نے ترکی کے سلطان شاہ افغانستان اور شاہ فرانس (نپولین اعظم) کے درباروں میں امداد کے لیے سفیر روانہ کئے علاوہ ازیں ہندوستان ہندوستانیوں کے لیے ہے۔ کا واسطہ دے کر ملک کے بڑے بڑے راجاؤں اور نوابوں کے نام خطوط بھیجے۔

۱۷۹۸ء میں لارڈ ولزلی کمپنی کے مقبوضات کا گورنر جنرل بن کر آیا۔ وہ اپنے ساتھ برطانوی وزیر اعظم پٹ کا تیار کردہ ایک منصوبہ بھی لایا اس منصوبے کا مقصد بظاہر پورے ملک میں امن و امان قائم کرنا تھا لیکن دراصل وہ آزاد ہندوستان کو فرنگی اقتدار کے زیر تسلط لانا چاہتا تھا۔ اس منصوبے کو تاریخ میں سب سڈی ایری سسٹم کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے اہم نکات مندرجہ ذیل تھے۔

(۱) ہندوستانی ریاستیں اپنی فوجیں ختم کر دیں ان کی جگہ انگریزی فوجیں رکھیں۔

(۲) انگریزی فوجوں کے مصارف ریاستیں برداشت کریں۔ (۳) خارجی معاملات انگریزوں پر چھوڑ دیں۔

(۴) کسی غیر برطانوی فرد کو اپنے یہاں ملازمت نہ دیں۔

ہندوستان کی ریاستوں میں یہ سعادت سب سے پہلے حیدر آباد کو حاصل ہوئی، اس نے بلا چون و چرا اس پروانہ غلامی کو منظور کر لیا سلطان ٹیپو کی دور رس نگاہ نے فوراً بھانپ لیا کہ انگریز اس منصوبے کے ذریعے برصغیر میں موجود ہر طاقت کو مفلوج اور بے دست و پا کر دینا چاہتے ہیں چنانچہ اس نے بلا تامل اس اسکیم کو ٹھکرا دیا۔ ولزلی کو امید تھی کہ نظام کی طرح ٹیپو بھی اس تجویز کو قبول کرے گا لیکن جب اسے خلاف توقع جواب موصول ہوا تو اس نے سلطان کے خلاف فیصلہ کن جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

لیکن کارنوالس کی طرح ولزلی نے بھی سلطان کو دلیرانہ دعوت مبارزت دینے کے بجائے شیر کو پھانسنے کے لئے دام ہمرنگ زمین بچھایا۔ اس سازش کی دو کڑیاں تھیں۔ پہلے مرحلے میں سلطان کو باہر سے ملنے والی امداد کی روک تھام دوسرے مرحلے میں سلطان کے درباریوں کو اسکے خلاف آمادہ کرنا پہلے مرحلہ میں ولزلی نے مندرجہ ذیل اقدامات کئے۔

(۱) نظام حیدر آباد کو جو سب سے پہلے سب سڈی ایری سسٹم قبول کر چکا۔ اپنا حلیف بنا کر سلطان کے خلاف کر دیا۔

(۲) مرہٹے و سب سڈی ایری سسٹم کو رد کر چکے تھے مگر انہیں مختلف حربوں سے غیر جانبداری پر رضامند کر لیا۔

(۳) والی افغانستان زمان شاہ (احمد شاہ ابدالی کا پوتا) ٹیپو کو امداد کا یقین دلا چکا تھا۔ بلکہ لشکر لے کر کابل سے چل پڑا تھا۔ ولزلی نے سیاسی جوڑ توڑ کے ذریعے ایران سے کابل پر حملہ کرا دیا۔ ناچار اسے راستے سے لوٹنا پڑا

(۴) دوسرے مرحلے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کرنل ریڈ کی قیادت میں بیشتر فوجی افسروں پر مشتمل ایک سازشی کمیشن قائم کیا۔ یہ کمیشن رات دن اپنی زیر زمین سرگرمیوں میں مصروف رہا۔ اور چند ہی ماہ میں اس نے روپے پیسے، جاگیر اور منصب کا لالچ دیکر سلطنت کے تقریباً تمام بڑے بڑے عہدیداروں کو غداری اندر توڑ لیا ان عہدیداروں کی تفصیل ملاحظہ

میر صادق علی	وزیر اعظم
پورنیا	وزیر مال اور محکمہ جاسوسی کا انچارج
بدر الزماں خاں نائطہ	وزیر بحری فوج
میر غلام علی لنگڑا	وزیر خارجہ
علی رضا وزیر	وزیر فارغ
سید محمد میر آصف	چیف کمیشنری
میر قمر الدین	سپہ سالار اعظم
میر معین الدین	نائب سپہ سالار
راجہ خان	سلطان کا نومسلم غلام

میسور کی سابق رانیاں بھی ہندو ریاست کی بحالی کے وعدے پر سلطان کے خلاف سازش میں شریک ہو گئیں اندرونی اور بیرونی طور پر سازش مکمل ہو گئی تو ولزلی نے جنگ کا بہانہ تراشا اور ٹیپو سلطان پر الزام لگایا کہ آپ ہمارے خلاف نپولین سے ساز باز کر رہے ہیں۔ اور سلطان کے جواب کا انتظار کیے بغیر ۲۲ فروری ۱۷۹۹ء کو اعلان جنگ کر دیا۔

انگریزی فوجیں بیک وقت مدراس بمبئی اور بنگال سے میسور کی طرف روانہ ہو گئیں، ادھر دشمن تیزی سے سلطنت خداداد کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ادھر سازشوں

کے ٹوٹے نے سلطان کے گرد حصار قائم کر رکھا تھا جو ایک طرف اس تک کوئی صحیح خبر نہ پہنچنے دیتا۔ دوسری جانب اسے مطمئن کرنے میں مصروف تھا کہ جا رہے ہوتے فرنگیوں کی کیا مجال جو سرنگا پٹم کی طرف میلی آنکھ کر کے دیکھ سکیں۔ سلطان کو حقیقت حال کی خبر اس وقت ہوئی جب انگریزی سپاہ سرنگا پٹم کے بالکل قریب پہنچ گئی۔ تیسری جنگ کے دوران میں وزیر اعظم محمد مہدی میکری نے اعلانیہ غداری کی تھی۔ اس سے سلطان کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ایک نہیں پوری وزارت اس کے خلاف سازشوں میں مصروف ہے لیکن وہ ان اعیان سلطنت کے خلاف کوئی بھی اقدام نہ کر سکا۔ اس لئے کہ اسے خانہ جنگی کا خوف تھا۔ سب سے پہلے جنرل ہارس سرنگا پٹم پہنچا۔ بصورت حال سخت مخدوش تھی۔ سلطان داخلی اور خارجی دشمنوں میں گھر چکا تھا تاہم اس نے ہمت نہ ہاری لشکر کو مرتب کیا اور اس سے پہلے کہ انگریز شہر میں داخل ہوتے ان سے جا ٹکرایا۔ ۵/مارچ کو سداسیر کے مقام پر گھمسان کا رن پڑا۔

سلطان سپاہی جان پر کھیل گئے اور جنرل ہارس پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا۔ ادھر سلطان جنرل ہارس سے الجھا ہوا تھا، ادھر جنرل ہٹوارٹ دوسری راہ سے سرنگا پٹم کی طرف بڑھا۔ سلطان نے میر قمر الدین کو اس کی پیش قدمی روکنے کے لئے روانہ کیا اور خود حیدر آبادی اور انگریزی فوجوں سے لڑائی جاری رکھی۔

سلطان کا نیرّ اقبال رو بہ زوال تھا انگریزوں کی سازشیں رنگ لا رہی تھیں۔ دربار اور میدان جنگ میں قدم قدم پر شیر اسے دھوکہ دے رہے تھے۔ ابھی وہ جنرل ہارس سے معرکہ آرا تھا کہ خبر ملی کہ جنرل ہٹوارٹ نے سرنگا پٹم پر حملہ کر دیا ہے۔ میر قمر الدین نے دشمن کو روکنے کے بجائے دانستہ بڑھنے دیا تھا ایسے نازک مرحلے میں سپہ سالار اعظم کی کھلی غداری سے بڑے بڑے حوصلہ مند انسان کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں لیکن ٹیپو نے خطرات کے سامنے جھکنا سیکھا ہی نہ تھا وہ تیزی سے سرنگا پٹم کو پلٹا۔ ادھر وہ شہر میں داخل ہوا ادھر جنرل ہارس اور میر عالم (دیوان حیدر آباد) کی افواج نے شہر کو گھیرا۔

سرنگا پٹم کا یہ محاصرہ ڈیڑھ ماہ سے زائد عرصے تک جاری رہا۔ اس دوران قلعے کے اندر اور باہر سازشیں کام کرتی رہیں بالآخر ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو دن کے ایک بجے انگریزی افواج قلعے کی طرف بڑھیں۔ ٹیپو سلطان دوپہر کا کھانا کھانے بیٹھا ہی تھا کہ فرنگی حملے کی اطلاع ملی فوراً اٹھ کر کھڑا ہوا ہتھیار سجائے گھوڑے پر سوار ہوا مخلص رفقاء کو ساتھ لیا اور محل (ڈوڈی دروازہ) سے باہر نکلا۔ میر صادق نے فوراً دشمن کو خبر دی کہ سلطان محل سے نکل آیا ہے چنانچہ فرنگیوں نے اپنی بھاری قوت میدان میں جھونک دی۔ سلطان ٹیپو دیر تک فرنگیوں سے لڑتا رہا جب کوئی امدادی دستہ نہ پہنچا تو محل میں داخل ہونے کے لئے پلٹا لیکن میر صادق نے ڈوڈی دروازہ اس کے نکلتے ہی بند کروا دیا تھا تاکہ دوبارہ قلعہ بند نہ ہو سکے اسی اثناء میں پانی دروازے پر بھی انگریز قابض ہو گئے تھے۔ سلطان اپنے مٹھی بھر رفیقوں کو لے کر انگریزی افواج کے بڑھتے ہوئے دباؤ کے آگے ڈٹ گیا وہ موت کے نرغے میں آ چکا تھا اس موقع پر ایک افسر نے مشورہ دیا کہ وہ اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر دے سلطان نے پلٹ کر غصے سے اس کی طرف دیکھا اور گرجدار آواز میں بولا۔ "گیدڑ کی صد سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے۔"

لڑتے لڑتے شام ہو گئی، سلطان کے وفادار ساتھی ایک ایک کر کے اس پر نثار ہو گئے اس کا گھوڑا مارا گیا لہولہان اور چلنے سے عاری خود سلطان کو دو گولیاں لگ چکی تھیں لیکن وہ زخمی شیر اب بھی پورے جوش و خروش سے داد شجاعت دے رہا تھا۔ آخر ایک گولی اس کی کنپٹی میں لگی اور سلطان زندگی جاوداں سے ہمکنار ہو گیا۔

سلطان ٹیپو کی شہادت نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالم اسلام کے لئے ایک زبردست المیہ تھی یقیناً یہ سب سے قیمتی خون تھا جو اٹھارہویں صدی میں ہندوستان کی آزادی کے تحفظ کے لئے بہا۔ سلطان کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے تاریخ عالم کے مورخین لکھتے ہیں۔

اس کی لاش مقتولوں کے انبار میں پائی گئی۔ جواہرات اور لباس کا کچھ حصہ نکال لیا گیا تھا مگر تعویذ بدستور اس کے دائیں بازو پر بندھا ہوا تھا اس کو تین گولیاں لگی تھیں دو جسم پر اور ایک کنپٹی پر مگر چہرہ بگڑا ہوا نہیں تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اطمینان کی نیند سو رہا ہو۔ جسم ابھی تک گرم تھا اور کرنل وزلی کو جو وہاں موجود تھا یہ گمان ہوا کہ ابھی زندہ ہے لیکن وہ نبض جواب دے چکی تھی۔ ہندوستان کی آزادی کے لئے دھڑکنے والی نبض ساکت و صامت ہو چکی تھی۔ (ہسٹورینز ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۲۲ صفحہ ۱۱۱)

اس خونی ڈرامے میں سلطان کے خود غرض وزیروں، مشیروں اور سپہ سالاروں نے رسوا کن کردار ادا کیا اس کی چند کڑیاں ملاحظہ ہوں۔ سلطان ٹیپو کی کمان میں ایک لاکھ ۸۰ ہزار فوج تھی اس میں سے چودہ ہزار سرنگا پٹم میں تھے باقی مدور، بنگلور، منگلور، ہوسکوٹ، سادھوگری، حیدر نگر وغیرہ مختلف چھاؤنیوں میں متعین تھی۔ غدار وزیروں نے سرنگا پٹم کے سوا تمام سالاروں کو احکام بھیج دیئے تھے کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں اگر ان قلعوں سے ٹیپو کی فوجیں آ جاتیں تو خود انگریز محصور ہو کر رہ جاتے۔

سرنگا پٹم کے محاصرے کے دوران میں انگریزوں نے دوسرے قلعوں کے راستوں کی ناکہ بندی نہیں کی تھی۔ جنگی نقطہ نظر سے یہ ایک فاش غلطی تھی مگر سازشیوں نے انہیں یقین دلایا تھا کہ ان قلعوں سے کوئی کمک نہیں آئے گی۔ چنانچہ انہوں نے اس غلطی کا کوئی تدارک نہ کیا۔

سلطان نے میر غلام علی لنگڑا کو سفیر بنا کر استنبول بھیجا تھا۔ عثمانی سلطنت کا وزیر اعظم انگریزوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا اس نے ۹ ماہ تک تو سلطان کے سفیر کو باریابی کی اجازت ہی نہ دی، اجازت ملی تو سارا منصوبہ طشت از بام ہو گیا انگریزی سفیر نے ترک وزیر اعظم کی وساطت سے غلام علی لنگڑا کو پھانس لیا اور اس نے تمام راز بتا دیئے بلکہ وہ خفیہ چیزیں بھی ظاہر کر دیں جو سلطنت نے شاہ فرانس کو لکھی تھیں اس طرح انگریز سلطان کے عزائم سے پوری طرح باخبر ہو گئے۔ انگریزوں نے ترکی کے علاوہ ایران اور عرب میں بھی سلطان کے خلاف پروپیگنڈہ کیا۔ شریف مکہ بھی اس کے ساتھ مل گیا اور سلطان کے خلاف جہاد کا فتویٰ دے دیا۔

باقی آئندہ

تحریریں بولتی ہیں

روئے زمین پر مرزائی تسلط کے خواب

مرزائی سلاطین سے انتقام لیں گے۔

مناظر اسلام استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر مدظلہ۔ ملتان

یہ کوئی الزام تراشی اور افتراء پردازی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ مرزائے قادیان کی امت مدت سے نہ صرف پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک پر بلکہ دنیا کی ہر اقلیم پر مرزائی پرچم لہرانے کے خواب دیکھ رہی ہے اور انہیں کامل یقین ہے کہ ایک ایسا وقت آنے والا ہے جبکہ مرزائی سلاطین اورنگ بادشاہت پر بیٹھ کر سیاست عالم کے مالک ہوں گے۔ الفضل رقم طراز ہے کہ امیر عبدالرحمن خان نے مولوی عبدالرحمن کو، امیر حبیب اللہ خان نے مولوی عبداللطیف رئیس خوست کو اور شاہ امان اللہ خان نے مولوی نعمت اللہ کو محض احمدیت قبول کرنے کی پاداش میں تختہ دار پر لٹکا دیا تھا (الفضل ۱۵ اکتوبر و ۴ ستمبر ۱۹۲۴ء) خلیفۃ المسیح مرزا محمود احمد صاحب نے فرمایا کہ جب روئے زمین میں ہماری سلطنت قائم ہوگی تو احمدی اس کا انتقام لیں گے۔ (الفضل ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۴ء)

ساری دنیا کو مرزائی بنانے کا حوصلہ

"مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب کو دی ہوئی کہ روئے زمین کے مسلمانوں کو دین واحد پر جمع کر دو" (الفضل ۱۷ اگست ۱۹۲۲ء) مسیح موعود نے پیشگوئی کی تھی کہ عیسائی مذہب تین سو سال میں احمدیت میں تبدیل ہو جائے گا۔ (الفضل ۲۴ ستمبر ۱۹۳۲ء) مسیح موعود نے فرمایا کہ ساری دنیا میں احمدیت ہی احمدیت پھیل جائے گی۔ (الفضل ۲۸ اگست ۱۹۳۲ء) مرزا محمود احمد صاحب نے ایٹم بم کے مضمون میں بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود دنیا کو دین واحد پر جمع کرنے کے لئے آئے تھے اور یہ عظیم الشان مقصد ہے۔ حضرت مسیح موعود کے مقصد اتحاد میں لاشرقیہ ولا غربیہ کی شان ہے۔ وہاں مشرق مغرب نہیں بلکہ کل دنیا کو ایک دین پر جمع کرنا ہے۔ (الفضل ۲۷ ستمبر ۱۹۲۲ء، ۲۳ ستمبر ۱۹۲۲ء) خلیفۃ المسیح مرزا محمود احمد صاحب نے دو احمدی مبلغوں کو لندن کے ترکی سفیر کے پاس احمدیت کی تبلیغ کیلئے بھیجا۔ سفیر خود تو موجود نہیں تھا۔ البتہ نائب سفیر موجود تھا۔ مبلغوں نے اسی کو احمدیت کی دعوت دینی شروع کر دی۔ جب اس کو یورپ اور دیگر ممالک مغربیہ میں سلسلہ احمدیہ کی اشاعت کی پیشگوئی اور وہاں میں حکومت احمدیہ کے قائم ہو جانے کی پیشگوئی سنائی گئی تو اسے تعجب ہوا۔ مغربی ممالک میں اسلام پھیل جانے کے متعلق اس نے دریافت کیا کہ کتنے عرصہ میں ہوگا تو مسیح موعود کی تحریروں کی بنا پر اسے بتایا گیا کہ تین صدیوں میں اس کا کامل ظہور ہو جائے گا۔ (الفضل ۷ اکتوبر ۱۹۲۳ء)

انگلستان پر قبضہ کرنے کا تفاؤل

"الفضل کا نامہ نگار جو مرزا محمود احمد صاحب کی سیاحت انگلستان میں ان کا رفیق سفر تھا۔ اپنے ایک مکتوب میں رقم طراز ہے کہ خلیفۃ المسیح کو ایک رؤیا میں دکھایا گیا تھا کہ وہ سمندر کے کنارے ایک مقام پر اترے ہیں اور انہوں نے لکڑی کے ایک کندے پر پاؤں رکھ کر ایک بہادر اور کامیاب جرنیل کی طرح چاروں طرف نظر کی ہے اتنے میں آواز آئی "ولیم دی کنکرر" (ولیم فاتح) اس رؤیا کے پورا کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۴ء کی صبح کو دس بجے تین آدمیوں کو ساتھ لے کر خلیج پیونسی کے کنارے پہنچے اور ایک کشتی لے کر اس مقام کی طرف چلے جہاں ولیم فاتح اترا تھا۔ کشتی کو چھوڑ کر قریب ہی ایک مقام پر کھڑے ہو گئے گویا وہاں اترے اور اسی محل و ہیئت میں ایک لکڑی پر دایاں پاؤں رکھ کر ایک فاتح جرنیل کی طرح آپ نے چاروں طرف نظر کی اس کے بعد دعا کی پھر نماز ظہر قصر کر کے پڑھی اور اس میں لمبی دعا کی اور زمین پر سے بیٹھ کر تھوڑے سنگریزوں کی مٹھیاں بھر لیں اور کہا کسریٰ کے دربار میں ایک صحابی کو مٹی دی گئی۔ تو صحابی نے مبارک فال لیا کہ کسریٰ کا ملک مل گیا اور لیکر رخصت ہوا اور خدا نے وہ سرزمین صحابہؓ کو دے دی اس مبارک فال پر خلیفۃ المسیح کے دو ساتھیوں نے ان سنگریزوں کی دو دو مٹھیاں بھر کر جیب میں ڈال لیں خلیفۃ المسیح اس وقت بھی دعاؤں میں ہی گویا مصروف تھے کہ یہ سلسلہ احمدیہ کی آئندہ عظمت و شان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال کے واحد ذریعہ احمدیت کی کامیابی کی دعائیں تھیں جن کی قبولیت میں احمدیت کا مستقبل مخفی ہے اللہ تعالیٰ وہ دن قریب کرے کہ ہمارا ولیم فاتح حقیقی معنوں اس مقام پر نزول کرے۔" (الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۲۴ء)

شیخ چلی کے سے منصوبے

"خلیفۃ المسیح مرزا محمود احمد صاحب نے فرمایا کہ مجھے تو ان غیر احمدی مولویوں پر رحم آیا کرتا ہے جب میں خیال کیا کرتا ہوں کہ ان کی اب ذلت و رسوائی کے سامان ہو رہے ہیں اور خدا نے ہمیں حکومت اور سلطنت عطا کرنی ہے یہ لوگ زیادہ سے زیادہ سو سال تک بمشکل اس رنگ میں گزارہ کر سکیں گے۔ پھر جب خدا تعالیٰ احمدیوں کو حکومت دیگا۔ احمدی بادشاہ تختوں پر بیٹھیں گے۔ الفضل کے پرانے فائل نکال کر پیش ہوں گے تو اس وقت ان بیچاروں کا کیا حال ہوگا مجھے خطرہ ہے کہ اس وقت کے احمدی ان کے مظالم کو پڑھ پڑھ کر اور ان کے قتل اور سنگساری کے جرائم کے حالات کو دیکھ کر ان سے کیا سلوک کریں گے" (الفضل ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۴ء)

مرزائیوں کی طرف سے مسلمان علماء کو قتل کی دھمکی

سب سے آخر میں مرزائیوں کے خصوصی اخبار الفضل کے دو اقتباس درج کئے جاتے ہیں جن میں اس نے مسلمان علماء کو قتل کی دھمکی دی ہے اس اقتباس کے پڑھنے سے معلوم ہو جائیگا کہ مرزائی کہاں تک سازشیں کر رہے ہیں؟ روزنامہ الفضل لاہور ۱۵ جولائی ۱۹۵۰ء "خونی ملا کے آخری دن" کے عنوان کے ماتحت لکھتا ہے۔ ہاں آخری وقت آن پہنچا ہے ان تمام علماء کے

باقی صفحہ ۲۲ پر

قادیانیت

۱۔ دورِ حاضر کی بدترین آمریت

۲۔ قادیانیوں کے بھگوڑے پیشوا مرزا طاہر کی تازہ ھدایت

۳۔ قادیانیوں کے سالانہ جلسے اور حکومت کے بعض ذمہ دار ارکان کی مجرمانہ غفلت

از قلم: غلام رسول

مرزا محمود نے اپنی مرید عورتوں و دوشیزاؤں کی عصمتیں لوٹیں مریدوں کے بیٹوں سے غیر فطری فعل کیا

بدترین آمریت

قادیانی اخبار و رسائل کا دستور ہے کہ وہ اپنے گھناؤنے کردار اور مذموم حرکات سے توجہ ہٹانے کے لئے مسلسل دوسروں پر کیچڑ اچھالنے اور طعن و تشنیع کے تیر برسانے میں مصروف رہتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ اپنے گریبان میں جھانک کے دیکھیں تو انہیں قادیانیت کی ایک کریہہ شکل نظر آئے گی کہ ان کا سویا ہوا ضمیر بھی توبہ توبہ کر اٹھے۔ دراصل ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کے بے بنیاد الزامات کا جواب دینے کے بجائے خود قادیانیوں کے گھناؤنے اور فحش کردار بداعمالیوں مذموم حرکات اور متضاد بیانات کو کثرت سے اور مفصل طور پر عوام کے سامنے بار بار پیش کیا جائے۔ تو نہ صرف یہ کہ انہیں عالم اسلام میں کہیں سر چھپانے کی جگہ نہ ملے گی بلکہ قادیانیوں کی نئی پود بھی اپنے اکابرین اور ان کے خود ساختہ مذہب کی اصلیت جان کر تائب ہو جاوے گی۔ اس سلسلے میں مرزا غلام کی جسمانی و دماغی امراض متضاد بیانات مضحکہ خیز مراقی حرکات مرزا محمود کی بدکرداری اور فحاشی کے واقعات، احتجاج کرنے والے قادیانیوں کو بائیکاٹ مقاطعہ اخراج شہر بدر اور جان سے مروا دینے اور گھروں کو جلا دینے کی سزاؤں پر مشتمل واقعات کو ہر جگہ مشتہر کیا جانا چاہئے۔ زیر نظر مضمون میں ہم قادیانیت کے ایک خطرناک روپ کو جو اس زمانہ کی بدترین آمریت کی شکل میں سامنے آیا ہے کچھ روشنی ڈالیں گے۔

حسب سابق قادیانی پالیسی کے تحت اپنی آمریت سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے دوسروں پر آمریت کا الزام لگایا جاتا ہے قادیانی آرگن ”لاہور“ اس سلسلے میں پیش پیش ہے اور اکثر اپنے کالموں میں مرحوم جنرل ضیاء الحق شہید پر آمر کا لیبل لگا کر تضحیک کا نشانہ بناتا رہتا ہے۔ اپنی ۲۴ جنوری کی اشاعت میں عظیم ہیرو جناب اعجاز الحق وفاقی وزیر برائے محنت پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے ان کے والد مرحوم صدر ضیاء الحق شہید کے بارے میں یوں رقم طراز ہے ”جب کوئی انسان آمر مطلق بن جاتا ہے تو اس کا ہر قول صحیفہ آسمانی بن جاتا ہے اور ہر فعل حکم ربانی کے مرتبہ کا ہو جاتا ہے۔ وہ یقیناً بھول جاتا ہے کہ آخر ایک دن اسے اقتدار سے ہاتھ دھونا پڑے گا کیونکہ جب عوام گلیوں اور بازاروں میں نکل آتے ہیں تو بڑے بڑے فرعونوں کے پتے ڈھل جاتے ہیں اور بڑے بڑے آمر ان کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں“

> قادیانی آمریت اتنی دہشت ناک ہے کہ کوئی قادیانی برائی دیکھنے کے باوجود اختلاف کی جرأت نہیں کر سکتا۔

ہم شہید صدر کی آمریت کی بحث میں پڑنے کے بجائے قادیانی آرگن کی توجہ اس کے سربراہوں اور خلیفوں کی بدترین آمریت کی جانب مبذول کرائیں گے۔ اسے چاہئے کہ دوسروں پر کیچڑ اچھالنے سے پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈالے اپنے گھر کی خبر لے اور اس کے گند کی صفائی کرے۔ مرزا محمود کی آمریت کے واقعات تو خود اس کے متاثرین مریدوں نے کتابوں کی شکل میں شائع کر دیئے ہیں۔ جن میں مریدنیوں کی عصمت دری لڑکوں سے بدفعلی قتل و غارت اور گھروں کو جلا دینے تک کے واقعات درج ہیں۔ تم شہید صدر ضیاء الحق کو آمر تو کہہ دیتے ہو مگر عام لوگ تو کیا تمہارے جیسا دشمن بھی مرحوم صدر پر تمہارے نام نہاد خلیفوں جیسا تو کجا، معمولی بداخلاق کا الزام بھی نہیں لگا سکا۔ مرزا محمود کو قادیانی نہ صرف خلیفہ بلکہ مامور اور مصلح موعود مانتے ہیں۔ بدترین آمر وہ ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایسے آمر بھی گزرے ہیں جنہوں نے بڑے نیک کام کئے اور لوگوں سے حسن سلوک کیا۔ انہیں آمر تو کہا جا سکتا ہے لیکن برا نہیں کہہ سکتے۔ لیکن مرزا محمود ایک ایسا آمر تھا جس نے بداخلاقیوں میں تمام سابقہ ریکارڈ توڑ دیئے یہاں تک کہ اپنی مرید عورتوں اور دوشیزاؤں کی عصمت لوٹی، مریدوں کے بیٹوں سے بدفعلی اس کا روز مرہ کا مشغلہ تھا۔ جن عقیدتمندوں کو شبہ ہو وہ متاثرہ قادیانیوں کی اپنی شائع کردہ کتب مثلاً ہلاکت دمشق شہر سدوم، کمالات محمودیہ وغیرہ قادیانی آمر۔ اخبار مباہلہ وغیرہ ملاحظہ فرمائیں جن کے مطالعہ سے انہیں اور بھی رونگٹے کھڑے کرنے والے واقعات سے آگاہی ہوگی۔ ایسے گھناؤنے کردار کی روشنی میں مرزا محمود کو صرف بڑا آمر ہی نہیں بلکہ بدترین آمر ہی کہا جا سکتا ہے۔ یہ شخص نہ صرف

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
شاپ نمبر ایف - ۹۱ - صرافہ
میٹھادر کراچی فون ۳۵۵۴۳۰، -

خود بدترین آمر تھا بلکہ اس نے آئندہ کے لئے بھی قادیانیوں پر مستقل آمریت مسلط رکھنے کا مستحکم بندوبست کر دیا۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ مرزا غلام کے فوت ہونے کے بعد قادیانیوں کا پہلا خلیفہ اس کا حکیم نور الدین کو چن لیا گیا۔ مرزا محمود اس وقت صرف ۱۹ برس کا تھا مگر بہت جاہ پرست تھا۔ اسے بہت صدمہ تھا کہ خلافت کی گدی مرزا کے خاندان کو نہیں ملی۔ چنانچہ اس نے سازشیں شروع کر دیں کہ آئندہ گدی مستقل طور پر مرزا کے خاندان میں رہے اور مرزا کے پرانے ساتھی محمد علی لاہوری، خواجہ کمال الدین، شیخ تیمور، محمد احسن امروہوی وغیرہ جو ممکنہ جانشین ہو سکتے تھے ان سب کے خلاف خوب پروپیگنڈہ کیا، رسائل شائع کئے اور اشتہار بازی کی (اب بھی قادیانی گروہ کا طریق کار یہی ہے کہ کثرت سے جھوٹا پراپیگنڈہ اور اشتہار بازی سے لوگوں کو غلط راہ پر لگا دینا) حکیم نور دین کے بھی اس قدر کان بھرے کہ انہوں نے وصیت لکھ کر شیخ تیمور کے پاس رکھوا دی کہ ان کے بعد محمود خلیفہ ہوگا۔ بعد میں حکیم صاحب پر سازش کھل گئی تو انہوں نے شیخ صاحب سے وصیت لے کر تلف کر دی اور شیخ تیمور مرزا محمود کے خلیفہ بننے پر قادیانیت سے تائب ہو گئے۔ اللہ نے انہیں بہت نوازا اور وہ بعد میں خیبر یونیورسٹی پشاور کے وائس چانسلر ہوئے۔ بالآخر اس کی سازشیں رنگ لائیں اور حکیم نور الدین کی موت کے بعد مرزا محمود قادیانیوں کا دوسرا خلیفہ بننے میں کامیاب

باقی صفحہ ۱۷ پر

بقیہ : مرزائی تسلط کے خواب

محمد ... خون کا بدلہ لینے کا جن کو شروع سے لے کر آج تک بے خوف و خطر قتل کرواتے آئے ہیں ان سب سے خون کا بدلہ لیا جائیگا۔

(۱) عطاء اللہ شاہ بخاری سے (حضرت امیر شریعت مدظلہ العالی سے) (۲) ملا بدایونی سے (حضرت مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی سے) (۳) ملا احتشام الحق سے (حضرت مولانا احتشام الحق صاحب سے) (۴) ملا محمد شفیع سے (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے) (۵) ملا مودودی سے (پانچویں سوار) (مولانا مودودی صاحب سے)

... مرزائی اپنی سازشوں کو عملی جامہ ضرور پہنائیں گے۔ الفضل لاہور ۲۹ جولائی ۱۹۵۲ء میں خطبہ مرزا محمود کا ملاحظہ فرمائیں اور آخری جملے غور سے پڑھیں "اپنا یا بیگانہ کوئی اعتراض کرے۔ پرواہ نہیں۔ ہونا وہی ہے جو میں نے کہا ہے۔ اور وہی ایک دن ہم کر کے رہیں گے۔" (خطبہ مرزا محمود)

مندرجہ بالا حالات و کوائف سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ مرزائی جماعت صرف مذہبی حیثیت سے مسلمانوں کیلئے خطرہ کا باعث نہیں بلکہ سیاسی حیثیت سے بھی ایک خطرناک گروہ ہے لہٰذا حکومت اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ حالات کا صحیح اندازہ لگائیں اور اس گروہ کی اندرونی کارروائیوں کی ابھی سے روک تھام کریں۔ ورنہ بعد میں کف افسوس ملنا پڑیگا۔ پھر پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ وما علینا الا البلاغ۔ والسلام۔ ماخوذ از الصدیق ملتان بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ)

بقیہ : حاصل مطالعہ

نے حضرت کو لکھا کہ حضرت چھٹی ہو رہی ہے اور جی یہ چاہتا ہے کہ یہ وقت ہم وہیں گزاریں تو آیا دیوبند رہ کر یہ وقت گزاریں یا تھانہ بھون میں جو آپ کا مشورہ ہو۔ حضرت نے بڑا عجیب اصولی جواب دیا فرمایا کہ اگر جامعیت مقصود ہے تو دیوبند چلے جاؤ اور اگر جمعیت مقصود ہو تو تھانہ بھون چلے آؤ۔ مولانا ... نے لکھا کہ مجھے جمعیت مقصود ہے۔ اس لئے تھانہ بھون ہی حاضر ہوں گا۔ چنانچہ

صرافہ بازار میں سونے کی قدیم دوکان
صراف حاجی صدیق اینڈ برادرس
اعلیٰ زیورات بنوانے کیلئے ہمارے ہاں تشریف لائیں
کھ...دن اسٹریٹ صرافہ بازار کراچی
فون نمبر: ۲۵۸۰۳

یہی کیا۔

بقیہ : اکیسویں صدی

رہا ہے نہ آپس کی محبت نہ عہد کا پاس، نہ بڑوں کا احترام حتیٰ کہ والدین کا احترام بھی مفقود، بلکہ وہ تو آج کے دور میں اولاد پر بوجھ بن چکے ہیں، معاشرہ انسان سے عبارت ہے انسانی نسل کے تسلسل کا اسیر ہے بڑھتی ہوئی آبادی نے انسان کو اختصار کی طرف جانے کے لئے مجبور کر دیا ہے، مکانوں کی ساخت روز بروز چھوٹی ہوتی جا رہی ہے کمروں میں اتنی اونچائی بھی میسر نہیں کہ آدمی پورے طور پر کھڑا ہو سکے، مرغی کے ڈربوں اور کمروں میں اب کم فرق نظر آتا ہے ابھی کچھ دنوں بعد ذرا بڑی الماری بھی تو اور چھ لوگوں کے لئے بیڈ کا کام دے گی۔

تمدن اس قدر کم کر دے گا کہ روپوں کا بھرا تھیلا بھی آپ کی ضروریات کی کفایت نہ کر سکے گا۔ نوٹوں کی گڈی صرف ایک چائے کی پیالی ہی دلوا سکے گی۔

ٹی وی کلچر نے تو انسان کی زندگی ہی بدل دی ہے اب طلبہ کتابوں میں سر کھپانے کی ضرورت نہیں سمجھتے بلکہ بیڈ پر لیٹے لیٹے اسباق سن لیتے ہیں۔ یا تعلیمی پروگراموں کو صرف دیکھنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں پرانا نظام تعلیم اب قریب الختم ہے اذانیں اب کیسٹ کے ذریعے سنائی دینے لگی ہیں۔ جس طرح ریڈیو سے قرات سن لی جاتی ہے اسی طرح دینی و دنیاوی تعلیم بھی ریڈیو بلکہ ٹی وی کے ذریعے رہ جائے گی۔

عورتیں روز بروز سہولت و آرائش کی جویا ہیں۔ کپڑا دھونے کی مشین، قیمہ کوٹنے کی مشین، مصالحہ پیسنے کی مشین، روٹی کی جگہ ڈبل روٹی، سالن کی جگہ اچار مربے وغیرہ ابھی اس میں اور اضافہ ہوگا اور ایسی خوراک ملے گی جو ڈاکٹری گولیوں کی شکل میں ہو جس طرح اس وقت ڈاکٹر غذا سے نہیں ٹانک سے بھرے ٹانک سے انسانی قوت میں اضافہ کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ اسی طرح بھوک مٹانے کے لئے غذائی گولیاں استعمال کی جانے لگیں گی اس سے پکانے اور برتن مانجھنے اور رسوئی یا باورچی خانہ صاف کرنے کی زحمت سے بچ جائیں گی۔

جدیدیت کا بھلا ہو اسے کاہلی اور سستی کی چیزیں اور نسلیں بھی برآمد ہوں گی مثلاً آپ کے گھر کی گھنٹی بجی گویا کوئی شخص آپ سے ملاقات کے لئے آیا۔ ظاہر ہے کہ آپ باہر جاتے ہیں یا آپ کا ملازم آنے والے کا نام اور پتہ پوچھ کر آپ کو بتاتا

ہے آپ کو اس طرح اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ وقت ضرور لگانا پڑتا ہے اب جدید دور میں گھنٹی بجنے کے ساتھ ساتھ آپ کے یہاں آنے والا ایک اسکرین پر اس کی شکل بھی آئے گی۔ اب آپ یہ طے کریں گے کہ آپ کو اس سے ملنا ہے یا نہیں چنانچہ آپ ایک بٹن دبائیں گے تو دروازہ کھل سکے گا اور مہمان اندر آسکے گا۔ ورنہ تو لالہ جی کے ذریعہ جواب نفی میں مل سکے گا۔

بقیہ : شب آخر

اسی وقت لاکھوں تشنگان علم اور متلاشیان حق و صداقت داغ یتیمی سے دوچار ہو چکے تھے، کراچی میں آناً فاناً خبر پھیل گئی کہ خبر کی صداقت پر یقین نہیں آرہا تھا، جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے سارے ٹیلی فون مصروف تھے خبر کی تصدیق کے لئے رابطے ہو رہے تھے، خبر سن کر بے ساختہ زبان پر آیا نہیں ایسا نہیں ہو سکتا، خدا کرے ایسا نہ ہو مگر جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا قضائے الٰہی نافذ ہو چکی تھی اور جب وہ نافذ ہو جائے تو اسے کون ٹال سکتا ہے

خبر سن کر جو دوسرا تاثر تھا اب تو قیامت آہی جانی چاہئے کہ اللہ کے نیک اور مخلص بندوں سے زمین کی پشت خالی ہوتی جارہی ہے اور اب کیا باقی رہ گیا ہے۔

آٹھ بجے تک علامہ بنوری ٹاؤن میں خاصے لوگ جمع ہو چکے تھے جن کے چہروں پر حزن و ملال کی پرچھائیاں تھیں اور آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب، حضرت مفتی صاحب کی زیارت ہوئی بلا مبالغہ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ آپ سو رہے ہیں زندگی بھر حق اور اہل حق کے لئے مضطرب اور بے قرار رہنے والے مخلص اور صاحب درد انسان کو آج قرار اور چین آگیا تھا، جس کی توجہ اور فیضان سے دوسروں کو قوت ملتی تھی اور جس کی زبان صدق بیانی اور حق کی ترجمان تھی وہ آج یوں خاموش تھا گویا کبھی متکلم ہی نہ تھا ؎

ظلمتیں چھائی ہوئی ہیں روشنی خاموش ہے
جگمگاہٹ جس کے دم سے تھی وہی خاموش ہے
خون کے آنسو رو رہی ہے اہل دل کی آنکھ سے
آہ! اے طرفہ چراغ زندگی خاموش ہے۔

بقیہ : تابندہ نقوش

ہم مذہب جبر تغلق سلطنت میں کبھی حاصل نہ ہو سکا۔

محمد فاتح اور عثمانی خلفاء کا یہ حسن سلوک کا معاملہ صرف قسطنطنیہ کے عیسائی باشندوں کے ساتھ نہ تھا بلکہ اس کے یورپ کے جو ممالک فتح ہوئے انھوں نے اسی طرح کا سلوک دیکھا یہاں تک کہ ان کے دفعۃً جو بحر کے باشندے تھے اور عیسائی موحدین ترکی سلطنت کے زیر سایہ رہنے کو اپنے متعصب اور ظالم ہم مذھبوں کی بہ نسبت رہنے کو ترجیح دی۔ یورپ کے بہت سے صاف اور کشادہ ذہن عیسائی فرقوں نے عثمانی سلطنت کی وسعت قلبی اور انصاف کا برملا اعتراف کیا اور ان کے مقابلہ میں عیسائی حکومتوں اور گرجا گھروں کے آقاؤں کی جبر و دستیوں کا گلہ کیا اور جب بھی موقع ہوا انھوں نے مسلم حکومت کے سایہ میں پناہ لی، سترھویں صدی عیسوی میں انطاکیہ کے بڑے پادری مکاریوس کا یہ بیان سنئے، اس نے پولینڈ کے کیتھولک عیسائیوں کی جانب سے اپنے بھائیوں ارتھوڈکس عیسائیوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہم سب نے ان ہزاروں شہیدوں پر خون کے آنسو بہائے جو ان چالیس پچاس برس کے دوران ظالم بددین کیتھولک بدبختوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اترے، شہید ہونے والوں کی تعداد ستر ہزار سے زیادہ تھی، ان گوشہ گیر خواتین لڑکیوں بچیوں اور چھوٹے بچوں کا کیا قصور اور گناہ تھا کہ ان کو بدبخت پولینڈ حکام نے قتل کر دیا یہ بے حد گھناؤنی گھٹیا اور ذلیل حرکت ہے یہ سمجھتے ہیں کہ ارتھوڈکس کا دنیا سے نام و نشان مٹا دیں گے خدائے عزوجل ترکوں کی سلطنت ہمیشہ قائم دائم رکھے وہ صرف مقررہ جزیہ وصول کرتی ہے اور مذاہب کے معاملے میں کسی قسم کی کوئی مداخلت نہیں کرتی خواہ ان کی رعایا عیسائی ہو ناصری ہوں یہودی ہوں یا او کوئی مذہب و طرز زندگی رکھتے ہوں۔

سلطان محمد فاتح اور عثمانی خلفاء کے حسن سلوک اور شاندار برتاؤ کے یہ چند نمونے ہیں جو بطور مثال پیش کئے گئے ہیں تاریخ اسلام کے صفحات ان جیسے واقعات سے مالا مال اور درخشندہ و تابناک ہیں

بقیہ : مدینہ منورہ

دینار رماکی لکھتے ہیں کہ جو مدینہ کو یثرب کہے اس پر ایک خطا لکھی جاتی ہے اور ناپسندیدگی کی وجہ یا تو یہ ہے کہ یہ تثریب سے ہے جس کے معنی ڈانٹنے اور ملامت کرنے کے ہیں یا ثرب سے ہے جس کے معنی فساد کے ہیں دونوں معنی برے ہیں۔

حضور کی عادت شریفہ تھی کہ برے نام بدل کر اچھا نام تجویز فرماتے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ساری دنیا سے دین سمٹ کر مدینہ شریف میں آجائے گا اور یہ کہ اسلام کی بستیوں میں سب سے آخری بستی جو قیامت کے قریب ویران ہوگی وہ مدینہ طیبہ ہوگا یعنی اس کی ویرانی ساری بستیوں کے بعد ہوگی حضرت انسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا نقل کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ جتنی برکتیں آپ نے مکہ مکرمہ میں رکھی ہیں اس سے دگنی برکتیں مدینہ منورہ میں عطا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بے شک ایمان مدینہ کی طرف ایسے کھینچا آتا ہے جیسا کہ سانپ اپنے سوراخ کی طرف۔

بقیہ : مسجد نبویؐ

۹ر سنہ ۱۲۳۳ھ میں سلطان محمود نے گنبد خضرا کی تعمیر کروائی اور اس کا رنگ سبز کرایا تب سے گنبد خضرا نام پڑ گیا۔

۱۰ر سلطان عبدالمجید نے مسجد کی جدید تعمیر کا شرف حاصل کیا یہ تعمیر ۱۲۹۵ھ سے لے کر ۱۲۷۷ھ تک جاری رہی

۱۱ر سنہ ۱۲۹۵ھ میں سلطان عبدالمجید نے مسجد نبویؐ کی تعمیر جدید کا شرف حاصل کیا۔

۱۲ر سنہ ۱۳۲۵ھ میں سلطان مصر محمد علی پاشا نے مسجد نبویؐ کی تعمیر کی اصلاح کی اور مسجد نبویؐ میں تین شمع دان رکھوائے جن میں سے دو چاندی کے تھے اور ایک سونے کا تھا

۱۳ر سعودی حکومت کے بانی سلطان عبدالعزیز نے ۱۳۶۸ھ میں مسجد نبویؐ کی تعمیر اور توسیع کا اعلان فرمایا جس کا افتتاح ۵ شوال سنہ ۱۳۷۰ھ میں کیا گیا جس کے پہلے مرحلے کی تکمیل کی مسرت پر سنہ ۱۳۷۵ھ میں شکریہ کے طور پر مسجد نبویؐ کے صحن میں ایک عظیم محفل کا اہتمام کیا گیا یہ توسیع اور بے نظیر تعمیر تاحال جاری ہے۔

مسجد نبوی کی اہمیت سہ گونہ تھی،

۱ر اس میں نماز با جماعت پڑھنے اور تعلیم و تربیت کا بندوبست ہو گیا۔

۲ر اس کی تعمیر کے ساتھ اسلامی مملکت معرض وجود میں آگئی اور اسلامی معاشرے اور ثقافت کی داغ بیل پڑ گئی

۳ر سیاسی و عسکری اور اخلاقی و ثقافتی سرگرمیوں کا مرکز فراہم ہو گیا۔

روئیداد

المدرسۃ العربیۃ ریاض الاسلام

ہفت روزہ "ختم نبوت" بتاریخ ۲۲ تا ۲۸ جمادی الاول ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۲ تا ۲۸ دسمبر ۱۹۸۹ء جلد ۸ شمارہ نمبر ۲۸ کے صفحہ نمبر ۲۰ میں مدرسہ عربیہ ریاض الاسلام کے نام کی اپیل کی گئی تھی کہ درس گاہ کی خرید شدہ عمارت کی بقایا رقم ادا نہ ہونے کی وجہ سے مدرسہ بند ہوگیا ہے۔ یہ مدرسہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دوبارہ گزشتہ ماہ شوال ۱۴۱۰ھ میں کھل چکا ہے۔ اس وقت اس مدرسہ میں الحمدللہ ۲۶۶ بچے اور بچیاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ پڑھ رہے ہیں۔ پانچ استاد صاحبان مقرر ہیں۔ قارئین ختم نبوت میں سے جن حضرات نے مذکورہ مدرسہ کی مدد کی تھی ہم تمام اراکین مدرسہ ان سب کے تہہ دل سے مشکور ہیں اور دعاگو ہیں کہ اللہ پاک ان سب کے مال و منال اہل و عیال و کاروبار اور عمر میں خیر و برکت اور ترقی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

تاہم مدرسہ ہٰذا کی عمارت کیلئے ابھی بھی تقریباً ایک لاکھ روپے درکار ہیں۔ اساتذہ کرام کی تنخواہیں اور مدرسہ کی دیگر ضروریات پوری کرنے کیلئے کافی دشواری پیش آتی ہے کیونکہ مدرسہ کی ماہانہ آمدنی سے ماہانہ خرچہ زیادہ ہے۔ اس لیئے قارئین ختم نبوت سے دوبارہ پُرزور اپیل ہے کہ کوئی صاحبان اگر اپنی اپنی حسب توفیق مستقل طور پر ماہانہ وظیفہ مقرر کرکے ماہانہ معاون بن جائیں تو ہم مشکور رہیں گے۔ ورنہ آپ سالانہ زکوٰۃ صدقہ وغیرہ کی مد سے ضرور بالضرور مدرسہ عربیہ ریاض الاسلام کے اکاؤنٹ نمبر ۵۔ ۳۸۹ حبیب بینک عثمان آباد کراچی میں زیادہ سے زیادہ رقم بھیج کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔

واضح رہے کہ یہ مدرسہ کراچی کے اس علاقہ میں قائم کیا گیا ہے جہاں باطل گروہوں کے علاوہ منشیات فروشی اور بدمذہب ذکریوں کا گڑھ ہے۔ نئی نسل کو دین سے روشناس کرانے کیلئے اس مدرسہ کو پروان چڑھانا ہر مسلمان کا فرض ہے جہاں تک ہوسکے اس کارِ خیر میں ضرور حصہ دار بن جائیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

رابطہ کیلئے فون نمبر: ۷۱۸۷۱۳

نوٹ: چیک یا ڈرافٹ پر مدرسہ کا نام یا اکاؤنٹ نمبر لکھ کر بذریعہ ڈاک مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

پتہ: الحاج ڈاکٹر محمد نواز خان بلوچ
بلوچ کلینک اینڈ نرسنگ ہوم صدیق وہاب روڈ
متصل غازی نگر گلی نمبر ۲۴ عثمان آباد کراچی پاکستان۔

بقیہ ا قادیانیت

ہوگیا۔ خلیفہ بننے کے بعد یہ آمر مطلق بن گیا اپنی رائے سے اختلاف کرنے والوں مثلاً محمد علی لاہوری مولوی محمد احسن امروہوی ڈاکٹر بشارت بیگ غلام حسن خاں وغیرہ کو قادیان سے نکلوا دیا۔ فخر دین ملتانی اور محمد امین وغیرہ کو قتل کروا دیا۔ شیخ عبدالرحمٰن مصری مرزا عبدالحق بیٹے اور بہت دیگر مرید وں کی بیویوں اور اولاد سے بدفعلی اور عصمت دری کی داستانیں بھری پڑی ہیں۔ مرزا محمود نے آئندہ کے لئے قادیانیوں پر آمریت مسلط کرنے کے لئے یوں ڈرامہ رچایا کہ اپنی ایک خواب کو اپنے اخباروں اور رسائل میں کثرت سے شائع کیا۔ کہ خواب میں دیکھا کہ مرزا غلام احمد خربوزے کی قاشیں بانٹ رہے ہیں ایک قاش انہوں نے حکیم نور دین کو دی اور باقی اپنی اولاد میں بانٹ دیں۔ اس سے تعبیر یہ نکالی کہ حکیم نور دین کے علاوہ باقی خلیفے مرزا کی اولاد سے ہوں گے۔ چنانچہ یہ قانون بنا دیا کہ آئندہ خلیفہ مرزا کے خاندان سے باہر کا نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ قانون نہ ہوتا تو مرزا محمود کے بعد سر ظفر اللہ اور مرزا ناصر کے بعد ڈاکٹر عبدالسلام خلیفہ بنتا۔ مگر اس قانون کی رو سے قادیانی خلیفہ کا معیار انتخاب لیاقت کی بجائے نسل اور خاندان قرار پایا۔ مرزا محمود نے مزید احتیاط یہ کی کہ حکیم نورالدین کے لائق بیٹے میاں عبدالمنان عمر (جو قادیانیوں میں بہت مقبول تھے) کو قادیانی جماعت سے نکال دیا۔ اس اقدام کے بعد حکیم نورالدین کے خاندان کے سب لوگ قادیانیت چھوڑ گئے۔ کچھ مسلمان ہوگئے باقی لاہوری گروپ میں شامل ہوگئے۔ قادیانی آمریت اتنی سخت اور دہشتناک ہے کہ کوئی قادیانی کسی

باقی آئندہ

اسلام کا عقیدۂ ختم نبوت

مرزائے قادیانی کا دعوائے نبوت اور اس کی تضاد بیانیاں

تحریر: مولانا محمد عارف سنبھلی

"یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لیے نبی نہیں آئے گا۔ (نشان آسمانی ص ۲۰)

میرے عقیدے وہی ہیں جو اہلسنت کے عقیدے ہیں!

"خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہل سنت والجماعت مانتے ہیں۔۔۔ اور میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ (حقیقۃ النبوۃ ص ۹۲)

نیز مرزا صاحب نے لکھا۔

ما کان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین۔ (حمامۃ البشریٰ ص ۷۹)

مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے نکل جاؤں اور کافروں میں شامل ہو جاؤں۔

دعوت نبوت سے پہلے یہ تھے مرزا صاحب کے قول و قرار

مرزا جی کے رخ کی بھیانک تبدیلی

پھر بعد میں جو مرزا جی کروٹ لیتے ہیں تو اپنا پہلا سب کہا سنا بھلا کر اس اعلان کے ساتھ مسلمانوں کے سامنے آتے ہیں کہ

۱۔ سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (دافع البلاء ص ۱۱)

۲۔ خدا وہی ہے جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا (اربعین ۳ صفحہ ۳۶)

ایک اشتہار پر مرزا صاحب نے اس طرح دستخط کیے

THE prophat Mirza Gnulam Ahmad___

یعنی "النبی مرزا غلام احمد" (حقیقۃ النبوۃ ص ۲۰۹)

اس طرح صاف و صریح الفاظ میں نبوت کا دعویٰ کر کے مرزا صاحب اپنے سابق قول و قرار سے یکسر منحرف ہو گئے۔ اور جب سے آج تک مرزا صاحب امت مسلمہ کے حق میں نہایت پریشان کن مسئلہ بنے ہوئے ہیں۔

نبی کا سب سے نمایاں امتیاز یہ ہوتا ہے کہ وہ دنیا کا سب سے زیادہ سچا انسان ہوتا ہے اس معیار پر مرزا صاحب کو پرکھا جائے تو وہ دنیا کے سب سے زیادہ غلط گو اور دروغ گو آدمی ثابت ہوتے ہیں۔ یہاں مرزا صاحب کے چند بیانات نقل کیے جاتے ہیں۔ ان بیانات میں انہوں نے ایسی کھلی غلط بیانیوں

زیر تعمیر

جامع مسجد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

زیر سرپرستی مولانا حضرت محمد اسحٰق قادری مدظلہ العالی

اہلسنت والجماعت حنفی دیوبندی

ایک بندۂ خدا نے مسجد کی تعمیر کے لیے انجمن خدام الاسلام جامعہ حنفیہ قادریہ کے نام ایک پلاٹ وقف کیا ہے۔ اس آبادی اور محلہ قریبی آبادیوں میں مسلک کی دوسری کوئی مسجد نہیں۔ اس کی تعمیر شروع کر دی گئی ہے۔ موقع دیکھ کر اس تعمیری کام کو کوئی صاحب اپنے لئے یا اپنے کسی عزیز کے لئے صدقہ جاریہ کے طور پر مکمل کرائیں تاکہ رمضان المبارک میں نماز تراویح اور خطبہ جمعۃ المبارک کا اجرا کیا جا سکے۔ جامعہ حنفیہ قادریہ جو اپنے علاقہ میں عرصے سے دینی تدریسی خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس وقت ڈیڑھ سو طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں جن میں سے ۷۰ طلبہ بیرونی ہیں جن کی جملہ ضروریات مثلاً رہائش خوراک، علاج معالجہ وغیرہ بذمہ جامعہ ہیں۔ آٹھ اساتذہ کرام تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جامعہ کا سالانہ خرچ تقریباً ۲۴۰،۰۰۰ دو لاکھ چالیس ہزار روپے ہے۔ طلبہ کے لئے رہائشی کمروں کی اشد ضرورت ہے۔ احباب سے اپیل ہے کہ زکوٰۃ صدقات خیرات، فطرانہ اور عطیات سے جامعہ کی بھرپور امداد فرمائیں۔

ترسیل زر و رابطہ کے لئے اکاؤنٹ 870 مسلم کمرشل بینک باغبانپورہ

قاری جمیل الرحمٰن اختر ناظم اعلیٰ جامعہ حنفیہ قادریہ 285-جی ٹی روڈ، باغبانپورہ، لاہور، پاکستان

سے کام لیا ہے کہ اُسے دیکھ کر جھوٹے سے جھوٹا آدمی بھی انگشت بدنداں ہو جائے۔

تمام انبیاء بنی اسرائیل کی بابت صریح جھوٹ بولتے ہوئے مرزاجی لکھتے ہیں۔

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہودیوں کے عالموں بلکہ ان کے تمام نبیوں نے بھی یہی سمجھ رکھا تھا کہ وہ آخر الزمان نبی بنی اسرائیل میں سے ہوگا۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صہ ۱۹)

مرزاجی نے حضرات انبیاء کی نسبت اپنے دعوے کے سلسلے میں قرآن یا حدیث کا کوئی حوالہ نہیں دیا محض اپنے جی سے گھڑ کر ایک دعویٰ کر دیا۔ ... پھر مرزاجی کے اس ریمارک پر بھی غور کیجئے کہ

تمام نبیوں نے یہی سمجھ رکھا تھا!

گویا انبیاء علیہم السلام وحی الٰہی کے بغیر آئندہ معاملات کے بارے میں اپنی جانب سے جو چاہتے تھے خیال قائم کر لیا کرتے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان مقدس ہستیوں پر سمجھ رکھا تھا کی نا پاک پھبتی کسی۔ انہیں اس حقیقت کا ادراک ہی نہیں تھا کہ اللہ کے سچے نبی جو پیشین گوئیاں فرماتے یا جو خیال قائم کرتے ہیں اللہ کی طرف سے اطلاع ملنے پر ہی کرتے ہیں جھوٹا نبی انبیاء برحق کے راز کو کہاں سمجھ سکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ مرزا صاحب کا صریح جھوٹ ہے جو انہوں نے حضرات انبیاء کے متعلق بولا ہے۔ (۲)

قریب قریب تمام مسلمان اس بات سے واقف ہیں کہ فرعون ملعون بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے بچوں کو نہایت بیدردی کے ساتھ قتل کرا دیا کرتا تھا مرزا صاحب اپنی قساوت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس قتل کا جرم حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی شریعت کو ٹھہراتے ہیں اور انہیں اس کا بالکل خیال نہیں آتا کہ وہ قرآن مجید کے صریح بیانات کے بالکل برعکس بیان دے رہے ہیں۔ مرزا جی لکھتے ہیں۔

"وہ موسوی شریعت اگرچہ جلالی تھی اور لاکھوں خون اس شریعت کے حکموں سے ہوئے۔ یہاں تک کہ چار لاکھ کے قریب بچہ شیرخوار بھی مارا گیا (شہادۃ القرآن صہ ۲۷)

صریح جھوٹ کے علاوہ مرزا صاحب کی قساوت کا اندازہ بھی لگائیے کہ انہوں نے ملعون فرعون کا جرم حضرت موسیٰ کی شریعت کے ذمہ لگا کر آسمانی شریعت کو کس طرح ظالم ثابت کرنے اور اس طرح لوگوں کے دلوں میں اس کی طرف سے نفرت بھرنے کی کوشش کی ہے۔ (۳)

مرزاجی کا نام غلام احمد اور ان کی والدہ کا نام چراغ بی بی تھا لیکن چونکہ مرزا صاحب خود کو عیسیٰ ابن مریم بنانے پر تلے ہوئے تھے اس لیے انہوں نے قرآن شریف کی نسبت ایک نہایت صریح جھوٹ بولا۔ انہوں نے لکھا۔

"اور پھر انصاف اور عقل اور تقویٰ سے سوچا کہ وہ پیشگوئی جو سورۂ مریم میں تھی یعنی یہ کہ اس امت میں بھی کوئی فرد مریم کہلائے گا اور مریم سے عیسیٰ بنایا جائے گا۔ (کشتی نوح صہ ۴۶)

سورۃ تحریم اٹھائیسویں پارہ کی آخری سورہ ہے اس سورہ میں فقط بارہ آیتیں ہیں۔ اس کی آخری یعنی بارہویں آیت میں حضرت مریم صدیقہ کا تذکرہ ہے اس میں ان کی بابت جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ بس یہ ہے کہ

"مریم عمران کی بیٹی تھیں۔ پاک دامن تھیں ہم نے ان میں اپنی طرف سے ایک جان پھونک دی تھی۔ انہوں نے اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کو سچا جانا تھا اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھیں۔"

بس یہ مضمون ہے اس آیت کا۔ لیکن مرزا صاحب کی دروغگوئی کی جرأت کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے ایک پورا مضمون گھڑ کر اس سورہ کی طرف منسوب کر دیا اور مضمون بھی ایسا کہ بچے ہی نہیں شاید پاگل بھی اس کو سن کر ہنسنے لگیں۔ مضمون یہ کہ اس سورہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ اس امت میں ایک مرد ہوگا وہ پہلے مریم کہلائے گا اور مریم سے عیسیٰ بنایا جائے گا۔ خود کو عیسیٰ ابن مریم بنا کر دکھانے کے شوق میں مرزا صاحب نے اتنا بھی نہیں سوچا کہ ہر ہر مسجد میں اور مسلمانوں کے ہر گھر میں باترجمہ قرآن شریف موجود ہیں۔ لوگ اگر سورۂ تحریم میں یہ پیشگوئی تلاش کریں گے۔ اور وہاں ان کو اس کا نام ونشان تک بھی نہ ملے گا تو وہ انہیں کس درجہ کا دروغگو ٹھہرائیں گے مرزاجی نے یہ سب کچھ نہیں سوچا۔ اگر جھوٹا نبی اس طرح سوچنے لگے تو پھر وہ نبوت کے دعوے کی ہمت کر ہی نہیں سکتا۔

جھوٹ اور تضاد بیانی

یہاں مرزا صاحب کے تین قول نقل کیے جاتے ہیں دیکھیے تینوں میں کیسا کھلا تضاد ہے۔ لکھتے ہیں کہ

۱:۔ قرآن شریف صاف اور صریح لفظوں میں فرماتا ہے کہ کوئی انسان بجز زمین کے کسی اور جگہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ (تبلیغ رسالت جلد ۶ صہ ۴)

۲:۔ کوئی نبی ایسا نہیں جو فوت نہ ہوا ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے جو نبی آئے وہ فوت ہو چکے۔ (نور الحق حصہ اول صہ ۵۲)

ان دو عبارتوں میں مرزا صاحب نے دو دعوے کیے ہیں۔ ایک یہ کہ کوئی انسان زمین کے علاوہ کسی اور جگہ زندہ نہیں رہ سکتا دوسرا یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے جتنے بھی نبی دنیا میں آئے تھے وہ سب فوت ہو چکے۔

اب تیسری عبارت آتی ہے اس میں مرزاجی نے یہ لکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ انہیں آسمان پر زندہ ماننا ہم پر فرض کیا گیا ہے۔ اپنے پہلے دونوں دعووں کو بالکل الٹ دیا ہے لکھتے ہیں۔

۳:۔ یہ وہی موسیٰ مرد خدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہو گیا کہ ہم اس بات پر ایمان لاویں کہ وہ زندہ آسمان میں موجود ہے۔ اور نہیں مرا ہے اور مردوں میں نہیں ہے۔ (نور الحق حصہ اول صہ ۵۱)

یہ مرزا صاحب کی ایسی تضاد بیانی ہے جسے مکتب کے بچے بھی محسوس کر سکتے ہیں مرزا صاحب کے اس طرح کے صریح جھوٹ اور تضاد پر مبنی بیانات پر مطلع ہونے کے بعد آدمی اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ یہ شخص بدترین جھوٹ کا عادی تھا تو وہ اس نتیجہ پر پہنچنے میں بالکل حق بجانب ہوگا۔ لیکن تماشہ یہ ہے کہ اس طرح کی دروغگوئیوں سے مرزاجی کی تصانیف لبریز ہونے کے باوجود اپنے سچے ہونے کی مرزا صاحب جس طرح کی ڈینگ مارتے ہیں وہ بس دیکھنے ہی کے قابل ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

"اس زمانے میں خدا نے چاہا کہ جس قدر راستباز نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کیے جائیں سو وہ میں ہوں۔" (براہین احمدیہ جلد ۵ صہ ۹۰)

غلط بیانیوں اور دروغگوئیوں کا حال تو وہ جس کے کچھ نمونے درج ہوئے اور اُس پر تعلّیوں کا عالم یہ کہ جناب تمام راستباز نبیوں کا نمونہ ہونے کے دعویدار ہیں

فاعتبروا یا اولی الابصار

KHATME NUBUWWAT (AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)
Registered No. M-160

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے منصوبے اور پروگرام

اہلِ خیر حضرات سے امیرِ مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ کی

اپیل

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کا ادارہ آنجناب کیلئے کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اسلام کی دعوت و تبلیغ، ناموسِ ختمِ نبوت کی پاسبانی، قادیانی قزاقوں کی سرکوبی، باطل قوتوں کا مقابلہ مجلس کا عظیم اور مقدس مقصد ہے۔ قادیانی زندیقوں نے جب سے اپنا مستقر لندن منتقل کیا ہے۔ پوری دنیا کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے اربوں کھربوں کے منصوبے اور پروگرام شروع کر دیئے ہیں جس سے عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت کی ذمہ داریوں میں کئی گنا اضافہ ہوگیا ہے۔ اندرونِ ملک و بیرونِ ملک مجلس کے مبلغ، دفاتر، مدارس، مساجد ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کیلئے وقف ہیں مجلس کا سالانہ میزانیہ کئی لاکھ ہے۔ اردو، انگریزی، عربی اور دوسری زبانوں میں لاکھوں روپے کا صرف لٹریچر اندرون و بیرون ملک مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ جامع مسجد ربوہ، دار المبلغین ربوہ، جامع مسجد کراچی اور دیگر شہروں میں مجلس کے تعمیراتی منصوبے تشنہ تکمیل ہیں۔ جبکہ لندن اور دوسرے ممالک میں بھی، دفاتر قائم کیے جا چکے ہیں۔ اندرون و بیرون ملک قادیانیوں کے ساتھ مقدمات کی وجہ سے مجلس کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ ختمِ نبوت کی خدمت اور مالی اعانت اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور آنحضرتؐ کی شفاعت کا ذریعہ ہے۔ آنجناب سے توقع رکھتے ہیں کہ اس کارِ خیر میں ضرور شریک ہوں گے اور اپنے عطیات، زکوٰۃ، صدقہ اور دیگر صدقات و عطیات وغیرہ میں مجلس کا زیادہ حصہ رکھیں گے۔

واجرکم علی اللہ۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

(فقیر) خان محمد
امیرِ مرکزی
عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت

رقم بھیجنے کا پتہ

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت (پاکستان)
حضوری باغ روڈ۔ ملتان

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت (کراچی)
جامع مسجد باب الرحمت پرانی نمائش کراچی فون ۲۱۱۹۶۷